

رجسٹرڈ ویل نمبر ۲۶۵۰

ماہنامہ

شہرِ اسلام

بھیڑ
پنجاب

مدیرِ مٹل
ظہور احمد گوی

معاون مدیر
سید نذیر الحق قادری میرٹھی

بنیاد کار

اعلیٰ حضرت جامع الشرائع لطیف فخر العلماء قدواس مبین رب العارفین امام عاشقین مولانا محمد انور علی شاہ
من جانب

ارکین حزب الانصار بھیرہ (پنجاب)

اغراض و مقاصد

۱، اندرونی و بیرونی حملوں سے اسلام کا تحفظ۔ تبلیغ و اشاعت اسلام
۲، اصلاح رسوم، احیاء اشاعت علوم دینیہ

قواعد و ضوابط

۱، رسالہ کی عام قیمت ڈیڑھ روپیہ سالانہ مقرر ہے۔ نذر دینے والے یا پانچ آنے سے زیادہ خرچ ہوتے ہیں جو صاحب
پانچ روپے یا اس سے زیادہ رقم بغرض اعانت ارسال فرمادیں گے وہ معاون خاص منظور ہونگے۔ ایسے حضرت
کے اسمائے گرامی شکر کے ساتھ درج رسالہ ہوا کریں گے۔

۲، غریب و مفلس اشخاص اور طلباء کیلئے رعایتی قیمت سالانہ ایک روپیہ مقرر ہے۔
۳، ارکان حزب الانصار کے نام رسالہ مفت بھیجا جاتا ہے۔ چندہ رکنیت کم از کم ہر ماہوار یا تین روپیہ
سالانہ مقرر ہے۔

۴، نمونہ کار پچہ تین آنے کے ٹکٹ ارسال کرنے بھیجا جاتا ہے۔ مفت نہیں بھیجا جاتا۔
۵، رسالہ ہر انگریزی ماہ کے پہلے عشرہ میں ڈاک میں ڈالا جاتا ہے۔ دیہات کے چھٹی رسالوں کی غفلت
سے اکثر رسائل راستہ میں تلف ہو جاتے ہیں۔ اس لئے جن صاحبان کو رسالہ نہ ملے وہ مہینہ
کے اخیر میں اطلاع دے دیا کریں۔ ورنہ دفن و ذمہ دار نہ ہوگا۔

جملہ خط و کتابت و ترسیل زر

بنام

مینجر رسالہ شمس الاسلام بھیرہ پنجاب، ہونی چاہئے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شمس المآل

ماہنامہ

بھیرہ ————— پنجاب

جلد ۶	ایابت مئی ۱۹۳۵ء تا ماہ صفر المظفر ۱۳۵۴ھ	نمبر ۵
نمبر شمار	عبرت مضامین	صفحہ
۱	سارف قرآن	۲
۲	آفتاب رسالت کی لمبائیاں	۵
۳	عالم روحانیت کی سیر	۸
۴	تاریخ و عبر	۱۲
۵	رشتہات ادارات و شذرات	۱۶
۶	اشارات و کنایات	۲۲
۷	نصرت الحدیث	۲۵
۸	نگین سنی و کلب علی شیعہ کی پانچویں نزاکت	۲۸
۹	فرقہ اہل حدیث کا کارنامہ تخریف اقوال	۳۰
۱۰	مسلمانوں کی ازدواجی زندگی -	۳۴
	وزیر مآد قیاد قوس	
	مولانا حبیب الرحمن صاحب اعظمی	
	خان زاوہ غلام احمد خان (نگین)	
	مولانا محمد تاجربا صاحب عرش	
	مولانا محمد تاجربا صاحب -	

مطبوعہ منو پریس سکرگودھا بلال نمبر ۶

معارف قرآن

سورة الفاتحہ کی تفسیر
رَبِّ الْعَالَمِينَ

جاننا چاہیے کہ جب اللہ تعالیٰ نے انجیل فرمایا۔ تو گویا کسی سائل نے کہا "الحمد للہ" دو امدوں پر مبنی ہے۔ اول وجود الہ پر دوسرے یہ کہ وہ مستحق حمد ہے۔ تو وجود الہ پر کونسی دلیل ہے۔ اور اس کی کیا دلیل ہے کہ وہ مستحق حمد ہے۔ ان دونوں سوالوں پر توجہ فرماتے ہوئے خدا کے حکیم و بصیر نے سوال اول کا جواب اپنے قول رَبِّ الْعَالَمِينَ سے دیا اور دوسرے سوال کا جواب اپنے قول الرحمن الرحیم ملک یوم الدین سے دیا۔

سوال اول کی تقریر۔ اس میں چند مسائل ہیں۔ پہلا مسئلہ۔ جن چیزوں کے وجود کا ہمیں علم ہے ان میں سے بعض چیزیں ضروری ہوتی ہیں اور بعض نظری۔ سو وجود الہ کو ہم ضروری طور پر نہیں جانتے۔ البتہ نظری طور پر جانتے ہیں۔ اور علم نظری دلیل سے حاصل ہوتا ہے۔ اور وجود الہ کی دلیل بہ عالم محسوس ہے جس میں آسمان وزمین۔ پہاڑ۔ دریا۔ نباتات اور حیوانات ہیں۔ یہ تمام چیزیں لازمی طور پر ایک مدبر۔ موجد اور مربی کی محتاج ہیں۔ جو ان کی تدبیر کرے۔ ان کو عدم سے وجود میں لائے۔ اور ان کی تربیت کرے۔ پس گویا قول رب العالمین وجود الہ پر دلیل حکم ہے۔ جو ایک قادر اور حکیم ذات پر دلالت کرتی ہے۔ لہذا رَبِّ الْعَالَمِينَ اس امر کی طرف اشارہ ہے۔ کہ اس کائنات ارضی و سماوی میں جو کچھ ہے وہ اپنے وجود اور بقا و حیات میں ذات الہی کا محتاج ہے۔ جب ایک ملاقا ملان اس جملہ کے لطائف و اسرار پر غور کرتا ہے۔ تو اس کی روح و جسد کرنے لگتی ہے۔ اور بندہ اپنے آپ کو سراپا احتیاج پاتا ہے۔

پہلا فائدہ۔ لفظ عالمین عالم کی جمع ہے۔ اور عالم کے معنی جہان کے ہیں۔ سو جتنے جہان ہیں یہ ان سب کا مربی ہے۔ اس لئے کہ الف لام جمع مذکر سالم پر وشل ہوا ہے جس سے استخراق پایا جاتا ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ ماسوا خدا کے ہر جنس کی مخلوقات کو عالم بھی جہان کہتے ہیں۔ وہ ان سب کا خالق اور مالک اور مربی ہے۔

دوسرا فائدہ۔ ربی کی دو تہیں ہیں۔ ایک وہ جو اپنے نفع کے لئے کسی کی تربیت کرے۔ دوسرا وہ

جو صرف پروردہ کے نفع کے لئے تربیت کرے۔ سو پہلی قسم کی ربوبیت تمام مخلوقات کو بھی حاصل ہے کیونکہ ہر شخص کسی نہ کسی کی تربیت و پرورش کرتا ہے۔ اور ایک دوسرے کو نفع پہنچاتا ہے۔ دوسری قسم کی تربیت صرف اللہ تبارک و تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔ وہ اپنے بندوں کی تربیت اپنے نفع کے لئے نہیں بلکہ اپنے بندوں کے نفع کے لئے کرتا ہے۔

وجوہات تعظیم و مدح دنیا میں جس کسی کی مدح و تعظیم کی جاتی ہے۔ وہ چار وجوہات میں سے کسی ایک وجہ سے ہوتی ہے۔ اقبال اس لئے کہ وہ اپنی ذات و صفات میں پورے کمال والا ہے۔ تمام عبیب و تلقائیں سے پاک و منزه ہے۔ گو اس نے حمد کرنے والے پر کوئی احسان نہ کیا تھا۔ صرف اپنے ذاتی کمال کی وجہ سے مستحق حمد ہو۔ دوسرے اس لئے کہ حمد کرنے والے پر اس نے احسان کیا ہے۔ تیسرے اس لئے کہ حمد کرنے والے کو امتیاز احسان کی توقع ہے۔ اور وہ اس بناء پر اپنے رب کی تعظیم و مدح کرتا ہے۔ چوتھے اس لئے کہ اس کے جلال و قدر اور عظمت و جبریت سے خوف ہے۔ اس خوف کی وجہ سے تعظیم و مدح کرتے۔ صرف یہی چار صورتیں موجب مدح و تعظیم ہیں۔ اب دُرِ اس قول رب العالمین کی بلاغت و ایجاز ملاحظہ فرمائیے۔

اس قول سے گویا اللہ پاک فرماتے ہیں کہ اے میرے بند۔ اگر تم میرے ذاتی کمال کی وجہ سے میری مدح کرتے ہو تو بیشک میں ذاتی کمال کی وجہ سے بھی مستحق حمد ہوں۔ کیونکہ اللہ العالمین ہوں۔ اگر تم احسان کی وجہ سے میری تعظیم اور مدح کرتے ہو تو میں رب العالمین ہوں۔ اور اس اعتبار سے بھی مستحق حمد ہوں۔ اگر تم خوف کی وجہ سے مدح کرتے ہو تو یہ بھی ٹھیک ہے۔ کیونکہ میں مالک یوم الدین ہوں اور اس وجہ سے بھی مستحق حمد ہوں۔ الغرض تمام وجوہات تعظیم و مدح مجھ میں بدرجہ اتم و اکمل موجود ہیں۔ اور ہر لحاظ سے میں مستحق حمد ہوں۔

مرتب العالمین اس امر پر بھی دلالت کرتا ہے کہ وہ مکان اور جہت سے بھی منزه ہے۔ اس اعتبار سے کہ مکان و جہت عالم میں داخل ہیں۔ اور وہ عالم کے اسوا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ وہ مکان و جہت سے منزه ہے۔ اس طرح یہ لفظ اس بات پر بھی دلالت کرتا ہے کہ وہ محل اور حُلُول سے بھی پاک ہے۔ کیونکہ یہ چیزیں عالم میں داخل ہیں۔

یہ آیت اس امر پر بھی دلالت کرتی ہے کہ پروردگار عالم موجب بالذات نہیں بلکہ فاعل مختار ہے۔ اس پر دلیل یہ ہے کہ موجب بالذات اپنے کسی فعل میں مستحق حمد و ثنا نہیں ہوتا۔ کیا تم دیکھتے نہیں کہ جب انسان آگ کی سخت اور برف کی برودت سے نفع حاصل کرتا ہے۔ تو وہ آگ یا برف کی توفیق و توصیف نہیں کرتا۔ کیونکہ آگ اور برف کی تاثیر و سخت و برودت ان کی قدرت و اختیار سے نہیں بلکہ بالطبع ان کی

خاصیت ہی یہ ہے پس ثابت ہوا۔ کہ مستحقِ حمد ناعلِ شکار ہی ہوتا ہے۔ (تفسیر کبریٰ)
ایک قابلِ غور نکتہ۔ اس قول رب العالمین میں ایک اور نکتہ عجیبہ بھی مستتر ہے۔ وہ یہ ہے کہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام ایک بین الاقوامی اور عالمگیر مذہب ہے۔ اور دنیا میں اس لئے آیا ہے کہ تمام نبی نوح انسان کو ایک سکہ میں منسلک کر کے خدا کی حکومت و بادشاہی میں لے آئے۔ اور تمام انسانوں پر امن و خوشحالی کی راہیں کھول دے۔

ذرا غور کرو۔ عالمگیر اور بین الاقوامی مذہب کی بنیادی اینٹ خدا کا تخیل ہے۔ خدا کے تخیل کے احاطہ و نزاع ہی نے اختلافِ مذاہب کی بنیاد رکھی ہے۔ ہر مذہب نے اپنا اپنا خدا بنا لیا ہے۔ انسانوں کی یہی وہ گراہی ہے جس نے اہل مذہب کو بھڑپا اور اس دنیا کو اختلاف و بد امنی کا جہنم کردہ بنا رکھا ہے جس وقت دنیا میں اسلام کا ظہور ہوا۔ اس وقت دنیا کی قومیں خدا کے تخیل کے اختلاف کی وجہ سے قبیلہ اور وطنیت کی منزل سے آگے نہ بڑھی تھیں۔ ہر قوم اپنی حبیت کے دائرے میں محدود تھی۔ تنگ دائروں اور مذہبیت کے اعتقاد سے فخر و غرور اور بائید گر غلبہ و تسلط کے مہلک جذبات نہایت شدت و قوت کے ساتھ ان کی ضمیر میں سرایت کر چکے تھے۔ اپنی قوم اور اپنے مذہب کے نام پر اور اپنی عظمت تسلیم کرنے کے لئے ہزاروں لاکھوں جانیں آں کی آں میں قربان ہو جاتی تھیں۔ خاندان کے خاندانِ نعصیت کے دیوتا کی بھینٹ چڑھ جاتے تھے۔ اور غیر قوم و غیر مذہب کے لوگ گاجر مولیٰ سے زیادہ حیثیت نہ رکھتے تھے۔

اقوامِ عالم کی تاریخ گاہ ہے۔ کہ ہر قوم کی قومیت کی بنیاد بیگناہوں اور غلط فہمیوں کے خون اور پڑوں سے استوار ہوئی ہے۔ اسلام سے پہلے انسانیت قبیلہ قومیت اور وطنیت کے ہاتھوں ذلیل و خوار اور جان بلب تھی۔ اور مذہبی اختلاف نے انہیں ایک قیامت برپا کر رکھی تھی۔ ایسی حالت میں اسلام دنیا میں آیا۔ اور انسانوں کے سامنے ایک ایسی کتاب مقدس پیش کی جس کی پہلی تعلیم ہی نے اختلافات اور امتیاز و تفرقہ کی بنیادیں ڈھا کر انسانیت کبریٰ کا بول بالا کر دیا۔

اسلام نے قومی جمودوں کی گردنیں مروڑ کر اور باطلِ خدا بیوں کو پیغامِ فنا کر بتلایا کہ قومی جمودوں کے پرستارو! معبود صرف ایک ہی ہے۔ وہ رب العالمین ہے۔ نہ صرف تمام انسانوں کا بلکہ تمام عالموں کا خدا ہے۔ تمام اقوامِ عالم کا وہی ایک معبود ہے۔ اور سب کی ربوبیت اُسی کے ہاتھ ہے۔ یہی وہ اعتقاد اور خدا کا بنیادی تخیل ہے۔ جس نے ثابت کر دیا کہ اسلام ایک عالمگیر اور بین الاقوامی مذہب ہے۔ باقی تمام مذاہب انسانیت اور حق و صداقت کی کمر توڑنے والے۔ اس اعتقاد سے یقین دنیا کی تمام قومیں ایک ہو سکتی ہیں۔ اور رفتہ رفتہ مذہبی اختلافات مٹ کر ایک مذہبی صداقت پر جمع ہو سکتی ہیں۔ چنانچہ اشیء

کے لئے قرآن حکیم نے بار بار اس یقین و اعتقاد کو دہرایا ہے۔ اس کی تلقین و ہدایت کی ہے۔ اور تمام اقوام عالم کو اس یقین و اعتقاد کی طرف دعوت دی ہے۔ ارشاد ہے:-
 قُلْ تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَنْ لَا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ ط
 یعنی اے لوگو! جن کے پاس آسمانی کتب میں اس آدب ایک بات پر
 جمع ہو جائیں۔ اور وہ یہ ہے کہ ہم سوائے ایک خدا تعالیٰ کے کسی اور کی
 عبادت و پرستش نہ کریں۔

چونکہ رب العالمین عالمگیر نبی کی بنیادی انیٹ تھی۔ اس لئے قرآن حکیم نے شروع ہی میں یہ انیٹ
 رکھ دی۔ اور تمام ان فول کو ایک مرکز پر جمع کر کے کارستہ صاف کر دیا۔ اب بھی اگر دنیا کے بد بخت
 گمراہ انسان اس مرکز پر جمع نہ ہوں! اور اپنے اپنے باطل مجہودوں کو پوجتے رہیں تو سیدھے جہنم میں جائیں۔
 قرآن حکیم دنیا میں قلوب و ارواح کا علاج بن کر آیا ہے۔ اس نے قلوب و ارواح کی پہلی بیماری کا
 علاج رب العالمین کے تخیل سے کر دیا۔ اگر قلوب و ارواح مرض ہی میں گرفتار رہنا چاہتے ہیں تو وہیں
 اس میں علاج کا کیا نقصان ہے؟

آفتابِ سالت کی نمایاں اعتصام بالکتاب والسنتہ

مسلمانوں کی وہ لمبی مددشوی و غفلت شکاری جو صدیوں سے اُن پر طاری ہے۔ اور وہ ذلت و سستی جو
 پر بری طرح قبضہ کئے ہوئے ہے کسی طرح ان کا پچھا نہیں چھوڑتی۔ اور ان کو صفحہ بہستی سے مٹا دینے پر مصر ہے
 اُس سے تمام عالم اسلام چیخ اُٹھا ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ امت مسلمہ کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔
 مصائب و آلام کے پے درپے حملوں نے ان کا چوہ فرنگال دیا۔ نیتِ اسلامیہ اور ممالکِ اسلامیہ پر ظلم و جور کی
 زہرہ گلاز بلائیں ہمیشہ نازل ہوتی رہتی ہیں۔ تباہی و بربادی کیے بعد دیگرے آرہی ہے اور کانوں کو چاروں
 طرف سے شکلات و مصائب نے گھیر رکھا ہے۔

مسلمانوں کی اس بہت حالت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پیشین گوئی کو لفظ بہ لفظ پورا
 کر دیا۔ ایک کہنے والے نے کہا کہ کیا زمانہ آخر میں جبکہ اسلام اور مسلمانوں پر فتنے برسیں گے۔ ہم تھوڑے
 ہونگے؟ رسول اللہ نے فرمایا۔ کہ نہیں تم بہت ہو گے۔ مگر سیلاب کے کوڑے کرکٹ کی طرح ہو گے۔ اور

دشمنوں کے دلوں سے تمہارا رب دُور کرے گا۔ اور تمہارے دلوں میں وہن پیدا ہو جائیگا۔ سائیل نے پوچھا حضور! وہن کیا چیز ہے؟ فرمایا۔ دُنیا کی محبت اور موت کا خوف۔

اپنی ذلت و پستی کو رہنے والو اور قتل و غرور باغیہ مسلمانو! یاد رکھو۔ اللہ تعالیٰ اپنی نعمتیں کسی قوم کو دیکر اُس سے نہیں چھینتے جب تک وہ خود اپنے حالات نہ بدلے پس اس اصول قرآنی کے ماتحت تمہارے ساتھ جو کچھ ملے۔ یعنی سرفرازی کے بعد سرنگونی۔ عزت کے بعد ذلت و قوت کے بعد ضعف اور اکثریت کے بعد قلت یہ صرف دین قدیم کے طریقوں سے اخلاف اس کے اصولوں کی توہین۔ اس کے قواعد و احکام کی خلاف ورزی اور اس کی تعلیمات پر عمل پیرانہ ہونیکا لازمی نتیجہ ہے۔ ورنہ یہ دین وہ تھا جو مسلمانوں کی دینی و دنیوی سعادتوں کا مرانویں اور سرفرازیوں کا ضامن و کفیل تھا۔ ہم نے اس کامل و مکمل اور سخت و نازک بخشے والے دین کو چھوڑ دیا۔ اس نئے خدا نے ہمیں چھوڑ کر عالمی و ذلت کے حوالے کر دیا۔ سو اب اس تباہی و بربادی پر رونے سے کچھ نہیں بچتا۔ بلکہ سو باتوں کی ایک بات ہمارا علاج اور لکھ پڑھ کر اموں کا اور تجزیوں کا ایک پروگرام صرف یہ ہے کہ صحیح معنوں میں مسلمان بن جاؤ۔ یعنی اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہو جاؤ۔ اور اپنی زندگی اسلامی قالب میں ڈھال لو۔

عملی اور حقیقی مسلمان کا کیا مطلب ہے

یہ کہ اپنے اعمال و افکار کی بنیاد اسلامی تعلیمات پر رکھو۔ اپنی زندگی کی ہر حرکت کو اسوۂ رسول کے مطابق کرو۔ اور ہر معاملہ اور ہر دینی و دنیوی ضرورت میں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ سے تمسک کرو۔ اس کے بعد وہ سب کچھ ہو جائیگا جو تم چاہتے ہو۔ تمہاری ترقی و کامیابی اور دینی و دنیوی نلاح و بہبود اسی میں ہے کہ تم عملی اور حقیقی مسلمان بن جاؤ۔ اس کے سوا تمہاری ترقی اور کامیابی کے تمام راستے بند ہیں۔ اگر تم کتاب و سنت سے تمسک کئے بغیر ترقی و کامیابی حاصل کرنا چاہو گے تو اور زیادہ ذلیل و پسماندہ ہونے جاؤ گے۔ اُمت محمدی کا دعویٰ کرنے والے یہی مسلمانو! دیکھو۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آج سے ساڑھے تیرہ سو سال پہلے کس تاکید و تنبیہ کے ساتھ کتاب و سنت سے تمسک کرنے کا اہل حکم دیا تھا۔

عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من احدث فی امرنا هذا ما لیس منہ فھو رافض عن اللہ ورسولہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس نے ہمارے دین و کلام میں کوئی نئی بات نکالی جو دین میں سے نہ ہو۔ وہ باطل و مردود ہے۔

یعنی ہمارا دین اسلام ایسا روشن اور حکم ہے جس کے ہوتے ہوئے کسی اور چیز کی پابندی کی ضرورت نہیں پس جس کسی نے اس سنون دین میں کوئی قولی یا فعلی بدعت نکالی جو کتاب و سنت میں نہ ہو۔ یعنی کتاب و سنت سے مستثنیٰ نہ ہو۔ تو وہ باطل و مردود ہے۔

عن جابر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اما بعد۔ فَاَنْ خِيَرُ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللَّهِ وَخِيَرُ هَدْيٍ هَدْيُ مُحَمَّدٍ وَشَرُّ التَّوَلُّؤِ مُحَدَّثَاتُهُا وَكُلُّ بَدْعَةٍ ضَلَالَةٌ۔ رواہ مسلم
 جابر رضی اللہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بہترین باتوں میں کتاب خدا ہے۔ اور بہترین طریقوں و سیرتوں میں نیک طریقہ و سیرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں۔ اور تمام بدترین چیزوں میں بدترین چیز کسی بدعت کا ایجاد کرنا ہے۔ اور بدعت سبب گمراہی ہے۔

یعنی آپ نے ایک خطبہ میں بعد حمد و صلوٰۃ کے فرمایا کہ کتاب و سنت کی پیروی بہترین ہدایت و سعادت ہے اور دین میں نئی نئی باتوں کا ایجاد کرنا اور بدعت نواری بدترین گمراہی ہے۔

عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابغض الناس الی اللہ ثلثۃ مَلْحَدٌ فِي الْحَرَمِ وَ مَبْتَلِیٌّ فِي الْإِسْلَامِ سَنۡءُ الْجَاهِلِیَّةِ وَ مَطْلَبٌ دَمِ امْرِئٍ مُّسْلِمٍ لِیُجِزَّ لِحَقِّ دَمِهِ۔ رواہ البخاری۔
 ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک گروہ مسلمانان میں سے بدترین دو تین شخص ہیں اول الحاد کرنے والا حرم میں۔ دوم اسلام میں طریقہ جاہلیت طلب کرنے والا۔ سوم خون طلب کرنے والا مردوں کا ناحق تاکہ اس کا خون بہائے۔ روایت کیا

اس کو بخاری نے۔

یعنی اول وہ شخص جو زمین حرم میں حق سے باطل کی طرف میل کرے یعنی ان چیزوں کا ارتکاب کرے جن سے شریعت منع کیا ہے مثلاً حاکم جلال کرنا اور شکار کرنا وغیرہ۔ دوم وہ شخص جو اسلام میں جاہلیت کی باتیں روا رکھے سوم خون ناحق بہانے والا۔

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل امتی یدخلون الجنة الا من ابی قبل دمن ابی قال من اطاعنی دخل الجنة ومن عصانی فقد ابی۔ رواہ البخاری۔
 ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری تمام امت جنت میں داخل ہوگی۔ سوائے ابی قبل دمن ابی۔ اس شخص کے جو سرکشی کرے۔ پوچھا گیا یا رسول اللہ سرکشی کہنے سے کیا مراد ہے۔ فرمایا جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگا۔ اور جس نے میری نافرمانی کی۔ اس نے سرکشی کی۔ روایت کیا اس کو بخاری نے۔

اس میں رسول اللہ کی اطاعت سے مراد ہے کتاب و سنت سے تمک کرنا۔ اور کتاب و سنت کو چھوڑ کر خواہشات نفس کی پیروی کرنے والا اور بدعت جاری کرنے والا خدا کے رسول کا نافرمان اور سرکشی ہے۔

عن جابر قال جاءت مَلَکَةُ اِلٰی النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم وَهُوَ نَائِیۡةٌ فَقَالَا اِنَّ اَیُّکُمُ اَسْفَلُ فَرَسَتَیْنِ کِی تَخْرُجَ فَاَسْفَلُہُمَا اَسْفَلُ۔ رواہ البخاری۔
 جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دو فرشتوں کی ایک جماعت آئی۔ حالانکہ اس حضرت

صالح سورہ ہے تھے۔ پس فرشتوں نے ایک دوسرے سے کہا کہ بیشک تمہارا صاحب جو یہ ہے۔ یعنی فات آں حضرت صلح سے وہ قصہ اور حال بیان کرو۔ تاکہ وہ جان لے۔ اور اپنی امت کو بتلائے بعض فرشتوں نے کہا کہ آپ سوہے ہیں۔ پھر اس کو بیان کرنے سے کیا فائدہ۔ اس پر بعض فرشتوں نے کہا۔ کہ ان کی آنکھ خواب میں ہے لیکن دل بیدار ہے۔ پس ذکر کیا اس قصہ عجیب اور حال عجیب کو اور کہا قصہ و حال عجیب آں حضرت صلح مانند اس قصہ حال کے ہے کہ ایک شخص نے ایک گھر بنایا اور اس میں طعام عام کا دسترخوان بچھایا۔ اور اس مرد نے کسی کو

بصالحکم هذا مثلاً فاضربوا له مثلاً قال بعضهم انه نائم وقال بعضهم ان العين نائمة فالقلب يقظان فقالوا مثله كمثل رجل نبي داراً وجعل فيهما مادبة ولعث داعياً فن ابواب الداعي دخل الدار واكل من المادبة ومن لم يجب الداعي لم يدخل الدار ولم ياكل من المادبة فقالوا اولوها ليفقهها قال انه نائم وقال بعضهم ان العين نائمة والقلب يقظان فقالوا الدار الخبة والداعي حميل فمن اطاع محمداً فقد اطاع الله ومن عصي محمداً فقد عصي الله وحمل فرق بين الناس (رواہ بخاری)

بھیجا کہ اس کھائے پر تمام لوگوں کو بلائے۔ سو کسی نے بلائے والے کی پکار کو سنا۔ گھر میں داخل ہوا اور اس کھانے کو کھایا۔ اور کسی نے نہ اس پکار کو سنا۔ نہ گھر میں آیا۔ اور نہ کھانا کھایا۔ فرشتوں میں سے بعض نے کہا کہ اس فعل اور قصہ کی حقیقت رسول اللہ سے بیان کرو۔ تاکہ وہ سمجھ لیں۔ کہ اس سے کیا مراد ہے۔ اس مرتبہ بعضوں نے پھر کہا کہ حضور خواب میں ہیں۔ اور اس پر پھر دوبارہ فرشتوں نے کہا کہ نہیں آپ کی آنکھ خواب میں ہے لیکن دل بیدار ہے۔ پس اس فعل کی تاویل بیان کرو۔ کہا کہ گھر سے مراد جنت ہے اور اس طعام کی طرف بلائے والا محمد ہے۔ پس جس نے محمد کی اطاعت کی اللہ کی اطاعت کی۔ اور جس نے محمد کی نافرمانی کی اس نے خدا کی نافرمانی کی۔ اور محمد درمیان کافر و مومن اور عاصی و مطیع کے فرق و تمیز کرنے والے ہیں یعنی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں لوگوں کو بہشت کی نعمتوں کی طرف دعوت دیتے اور ابدی راحت کی طرف بلائے آئے ہیں۔ جس نے آپ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے آپ کی نافرمانی کی اس نے خدا کی نافرمانی کی پس اطاعت محمدی مسلمانوں کی فلاح و نجات کا راستہ ہے۔

عالم روحانیت کی سیر

روحانیت کا صحیح مفہوم

اسلام نے روحانی ترقی کو جس بلندی تک پہنچایا ہے۔ اس کا اندازہ ناظرین نے بخوبی کر لیا ہوگا۔

اور اسلام کی روحانی تعلیم نے مذاہب عالم پر جو نشانہ فرغ حاصل کی وہ بھی آپ نے دیکھ لی۔ لیکن اب دوبارہ روحانیت کا صحیح مفہوم ذہن نشین کر لیجئے۔ کیونکہ مسلمانوں میں عام طور پر روحانیت کے متعلق بہت کچھ غلط فہمیاں پیدا ہو گئی ہیں۔ اور بزرگان دین و اولیائے عظام کے اقوال و افعال کو اچھی طرح سمجھنے کی کوشش نہیں کی گئی۔ یہی وجہ ہے کہ نااہل و ناسمجھ لوگوں نے اسلامی تصوف کو منہ و پیرانت کا رنگ شے دیا۔

پس خوب اچھی طرح سمجھ لو کہ اس میں شک نہیں کہ روحانیت بجائے خود ایک نہایت مستحسن شے اور مرغوب و محبوب چیز ہے۔ اور اسلام کا ماہ الا تبار ہے۔ بشرطیکہ اس کا صحیح مفہوم سمجھ لیا جائے۔ ورنہ پھر عقل و فہم کی کجی سے اور کتاب و سنت کے انحراف سے یہی چیز گمراہی کا باعث بن جاتی ہے۔ اسلام کا ہرگز یہ منشا نہیں ہے۔ کہ دنیا کو ترک کر کے دن رات عبادت الہی میں مصروف رہو۔ بلکہ وہ کہتا ہے کہ روحانیت خارج از ماحول دنیوی کوئی جدا گانہ شے نہیں ہے۔ درحقیقت روحانی تعلیم کا مدعا یہ ہے کہ دنیوی کاروبار میں لہجی رنگ پیدا ہو جائے۔ بنی نوع انسان میں اخلاق حسنہ پیدا ہوں۔ وہ دنیا کو عالم اسباب سمجھتے ہوئے تہذیب اخلاق کی کوشش کریں۔ اور احکام خداوندی بخلوں دل نہایت ہی ذوق و شوق اور انہماک کے ساتھ بجالائیں۔

اسلام اولاً ذہنیت میں تبدیلی کرتا ہے۔ اور سالک کو ہدایت کرتا ہے کہ وہ دنیا کی زندگی اس لئے اختیار کرے کہ دین حاصل ہو۔ کیونکہ ہدایت کی ضرورت روحانیت میں محدود ہونے کیلئے ہے۔ ہدایت فی نفسہ مقصود نہیں بلکہ اس لئے یہ نہ ہو کہ مسلمان دنیا کی محبت میں اندھا ہو کر خدا کو ہی بھول جائے۔ اور اپنی عاقبت برباد کرے۔

اس دنیا میں انسان کے چاروں طرف مادی ماحول ہے

اسلامی تصوف کی ضرورت

ہر طرف نفسانی خواہشات کا جال بچھا ہوا ہے۔ اور قدم قدم پر دنیوی چیزیں انسان کا دل اپنی طرف کھینچتی ہیں۔ ایسی زبردست کھینچا تانی میں انسان کا راہِ طاہر قائم رہنا بہت مشکل ہے۔ یہی ہوتا ہے کہ قلب و رُوح پر حجابات پڑ جاتے ہیں۔ اور قلب میں حقائق الہیہ کا انکاس نہیں ہوتا۔ ان حجابات میں سے ایک زبردست حجاب نفسانی خواہشات کا انہماک ہے۔ بہت سے انسان ایسے ہیں جو تمام عمر طبعی خواہشات کی تعیس و تکمیل میں بسر کر دیتے ہیں۔ اور دن رات دسی میں مشغول رہتے ہیں ان کو کبھی بھولنے سے بھی اپنے مقصدِ حیات کا خیال نہیں آتا۔

خواہشات نفسانی کے انہماک کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان کی تمام قوتیں کفایت نفس کے جانے

اُن سے بچنے اور طرق معاش کے مہیا کرنے میں مصروف ہو جاتی ہیں۔ دنیوی کاروبار اور مال و جاہ کی محبت اس کو سعادت اخروی کی طرف نہیں آنے دیتی۔ اور قلب پوری توجہ کے ساتھ سعادت حقیقی کا اکتساب نہیں کر سکتا۔ وہ رنگ آلود ہو جاتا ہے۔ اور گناہوں کی آلائش اور ظلمت عصیان کی تاریکی سے اندھا ہو جاتا ہے۔ اسلامی تصوف کا منشاء اس حجاب کو رفع کرنا ہے۔ جہاں مادی زندگی و ترقی قدم قدم پر انسان کو اپنا بنا لینا چاہتی ہے۔ وہاں اسلامی تصوف قدم قدم پر اس کو روحانی ترقی و زندگی کی طرف لے جاتا ہے۔ اور خدا کی عبادت و معرفت کی طرف متوجہ کرتا ہے۔

اسلام رُوحانی ترقی کا کونسا راستہ بتلایا؟ اکی ہیں۔ اور جن کی بجا آوری ہر مسلمان پر لازم ہے ان کا مدعا رُوحانی ترقی ہی ہے۔ مگر ساتھ ہی جہانی آداب و ارکان کو بھی عبادت میں لازم رکھا ہے تاکہ رُوح کے ساتھ جسم بھی خدا کے سامنے جہک رہے۔ پس اسلام نے اپنے متبعین پر جتنی عبادتیں فرض کی ہیں وہ روحانی ترقی کے ذرائع ہیں۔ روحانی ترقی کے لئے تقویٰ، خلوص، جہانی و روحانی پاکیزگی، ذوق و شوق اور خشوع و خضوع ضروری چیزیں ہیں جن کے بغیر اسلامی عبادات کے مطلوبہ اثرات و نتائج مرتب نہیں ہو سکتے۔ سو اسلام نے اپنی عبادات میں ان چیزوں کو خاص طور پر ملحوظ رکھا ہے۔ چنانچہ طہارت لازمہ عبادت ہے۔ اور عبادت فرض مذہب ہے۔ خشوع و خضوع کئے لئے نماز، نفس کشی و جلد کشی کے لئے صیام و قیام رمضان، مال و دولت کی محبت کو کم کرنے اور اس کا اثر باطل کرنے کے لئے جو عبد و معبود میں حجاب اکبر ہے۔ زکوٰۃ اور صدقات و خیرات۔ محبت الہی کے جذبات برانگیختہ کرنے اسلامی مرکزیت کو قائم رکھنے اور عاشقانہ راز و نیاز سکھانے کے لئے حج۔ یہ چاروں عبادتیں خدا کو بندہ سے ملانے کے لئے کافی اور روحانی ترقی کی ضامن و کفیل ہیں۔ ان تمام عبادتوں میں عجز و نیاز، تذلل و انکسار، خلوص نیکی اور نیکو کاری لازم ہے۔ اور یہی روحانیت ہے۔

اسلام کے سوا دنیا کا کوئی مذہب ایسا نہیں جس نے اپنے متبعین کی رُوحانی ترقیات کو اس درجہ ملحوظ رکھا ہو۔ اور عام افراد کو اس میں شریک کیا ہو۔ تمام مذاہب میں رُوحانی ترقی خاص خاص لوگوں کے لئے مخصوص ہے۔ چونکہ اُن کے یہاں رُوحانی ترقی نفس کشی کا نام ہے۔ اس لئے ان کی روحانی تعلیم سے عام لوگ فیضیاب نہیں ہو سکتے۔ پھر دیگر مذاہب میں صحیح روحانیت ہے بھی کہاں۔ صرف نام ہی نام ہے وہ بھی گمراہ کن اور غلط۔ اس کے مقابلہ میں اسلام کی سب سے بڑی خوبی اہکمال یہ ہے۔ کہ اسلامی عبادت نہ تو اتنی مشکل اور تکلیف دہ ہیں۔ کہ عام انسانوں کی طاقت سے زیادہ ہوں۔ کسی کو ان کی بجا آوری میں دشواری

کا غدر ہو سکے۔ اور دنیاوی کاروبار میں نکل ہوں۔ اور نہ اتنی آسان ہیں کہ مطلوبہ روحانیت حاصل نہ ہو سکے۔ دیکھا آپ نے خدا ہی کا کتنا آسان طریقہ اسلام نے بتلایا ہے۔ کیا سیدھا راستہ ہے۔ اور اسلام کی روحانی تعلیم میں کتنی محوسیت و اہمیت ہے۔ خدا تک پہنچنے کے لئے اس سے زیادہ کوئی طریقہ اور راستہ ہو ہی نہیں سکتا۔ کیا کہنا ہے ایک مرد مومن کی شان عبدیت اور رُوح پرور روحانیت کا۔

تصفیۂ قلب کا طریقہ خاص | یہ تو تم نے معلوم کر لیا کہ اسلامی عبادات کا خشتِ خدا شناسی اور تصفیۂ قلب ہے۔ جس کا ہر مان مکلف ہے۔ ایک فرد بھی اس سے متنبہ نہیں ہو سکتا۔ لیکن اگر خدا کسی کو اتنی مہبت اور توفیق دے۔ کہ وہ ان تمام عبادات کو کما حقہ بجالائے۔ اور ان کے ذریعے تصفیۂ قلب حاصل کرنے کے بعد بھی اس کا ذوق اطاعت منازل عبدیت میں اصرار آگے بڑھنا چاہے اور اس درجہ صلاح و کارنامی پر قانع نہ ہو۔ تو اسلام نے ایسے باہمت لوگوں کو بھی خاص طور پر فکر و اہتمام کیا ہے۔ یعنی ایسا شخص عبادات نافذ کو جس قدر چاہے بڑھا سکتا ہے مگر اسلامی عبادات کی نوعیت میں فرق نہیں آ سکتا۔ اور ان کی صورت میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ اسلامی تصوف کی ابتدا عبادات نافذ سے ہوتی ہے اور نشاءِ خدا کی محبت و اطاعت میں گم ہو جانا ہے۔

اسلام کی فطرت شناسی ملاحظہ فرمائیے کہ اس نے روحانی ترقی کو ایک حد میں کے بعد ہر شخص کی طاقت اور استطاعت پر موقوف رکھا ہے۔ دیکھئے عام اور خاص پہلو کو کس خوبصورتی اور نکستہ شناسی سے ملحوظ رکھا ہے۔ عام پہلو کی باگ ڈور شریعت کے ہاتھ ہے۔ اور روحانی ترقی کی اس حد میں سے آگے ترقی کرنے والوں کی دست گیری و رہنمائی اسلامی تصوف کے ذمہ ہے۔ یہ روحانی ترقی یا تصفیۂ باطن کا خاص پہلو ہے۔ حضراتِ اہل اللہ اور صوفیائے کرام نے باہمت لوگوں کے لئے شریعت کے عام طریقوں کے سوا خدا شناسی اور طہارتِ قلب کے اور بھی طریقے مقرر کئے ہیں مثلاً قادری حلیتی نقشبندی اور سہروردی۔ ان میں ازکارِ مجہر نفی و اثبات، یاس و نفاس اور مراقبہ وغیرہ طریقے رکھے گئے ہیں۔ یہ تمام طریقے اپنی اپنی جگہ کتاب و سنت کے مطابق قابلِ عمل۔ باعثِ ہدایت۔ روحانی ترقی کے ذرائع اور خدا تک پہنچانے والے ہیں۔

اعلیٰ اور جسم کی روحانی حالت | یا اسلامی تصوف کی انتہا یہ ہے کہ نفس انسانی خدائے تعالیٰ کے ساتھ آرام و الطمینان پا جائے۔ خدا کی محبت و اطاعت کے مقابلہ میں

نفسانی جذبات و خواہشات مرجائیں۔ شیطانی وساوس کے تمام راستے مسدود ہو جائیں۔ بدی کے خیالات سے دل خالی ہو کر نیکی و راستی کے قبضہ و تصرف میں آجائے۔ عبادت میں حد سے زیادہ سرور و لذت پائے۔ اور خدا کی یاد رُوح کی غذا بن جائے۔ یہ ہے اس دنیوی زندگی میں اعلیٰ درجہ کی روحانی حالت۔ حضرات اہل اللہ اسی علاج و کامرانی پر فائز تھے۔ اس حالت کے متعلق اللہ جل شانہ ارشاد فرماتے ہیں۔

يَا أَيُّهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۖ فَادْخُلِي فِي عِبَادِي ۖ وَأُدْخِلِي فِي حَبِيبَتِي ۖ
اے نفس خدا کے ساتھ آرام پائے ہوئے اپنے رب کی طرف واپس چلا آ۔ وہ تجھ سے راضی رہا اور تو اس سے راضی۔ پس میرے بندوں میں داخل ہو جا۔ اور میری بہشت کے اندر آ۔

اسی حالت اور ایسے با خدا انسانوں کی نسبت ایک دوسری جگہ ارشاد فرمایا۔

أُولَٰئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ ۖ وَأَيَّدَ لَهُمُ رُوحَهُمْ ۖ وَقَبَّلَ فِي قُلُوبِهِمُ الْوَكْلَ ۖ
الَّذِينَ كَفَرُوا وَالْفُتُورَ وَالْجُحُودَ ۖ أُولَٰئِكَ هُمُ الرَّاشِدُونَ ۖ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَنِعْمَةً ۚ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۚ
خدا نے مومنوں کے دل میں ایمان کو لپٹے ہاتھ سے رکھ دیا ہے۔ اور رُوح القدس سے ان کی مدد کی۔ اس نے ایمان والوں کو تمہارا محبوب بنا دیا۔ اس کا حسن و جمال تمہارے دلوں میں بٹھا دیا۔ کفر و بدکاری اور محصیت سے تمہارے دل کو نفرت و لادلی اور بُری باتوں کا مکروہ بنا دیا تمہارے دل میں جاوایا۔ یہ سب کچھ خدا کے فضل اور رحمت سے ہوا۔ اور وہ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔
اے اللہ! یہ روحانی حالت ہم سب مسلمانوں کو حاصل ہو اور ایسا نور ایمان ہماری زندگی میں چمک اُٹھے۔ آمین الیٰ رب العالمین ۝

تاریخ و عبر

نجاشتی کے دربار میں اسلامی تبلیغ

ظہور اسلام کے وقت فرزندانِ توحید کو جن زہرہ گداز مصائب کا سامنا ہوا اور انہوں نے جس صبر و استقلال اور بے جگری سے ان کو سہا۔ اس کی نظیر تاریخِ عالم پیش کرنے سے قاصر ہے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ ستم شکاری اذہل و استبداد کی بجلی اور بغض و عناد کی آگ مسلمانوں کے

مرضی ہستی کو چلا کر خاک سیاہ کر دیتی۔ اور غلوی و کیسی تیغ خون آشام کا کلمہ پڑھ لیتی۔ مگر ٹھوایہ کہ لے کر
بے مصائب نے اسلام کے شہداء کیوں گواہ اور زیادہ کامل الایمان کر دیا۔ اور اسلام کی رفتار
اشاعت حیرت انگیز طریقہ سے دن بدن بڑھتی گئی۔

ہمارا دعویٰ ہے کہ دنیا کے کسی مذہب اور کسی قوم کو بھی اس قدر مصائب و مشکلات کا
سامنا کرنا نہیں پڑا۔ اگر کوئی اور مذہب ہوتا۔ تو ایک دن میں فنا ہو جاتا۔ مگر اسلام ہر بار بغض و
عناد کی جھڑپوں میں سے نکھر کر نکلتا رہا۔ اور مسلمان مرمر کی زندگی اور روح حیات حاصل کرتے رہے
قرن اول کے مسلمانوں نے آئندہ نسلوں کو سبق دے دیا۔ کہ مسلمانوں کے سامنے مصیبت و
تکلیف کوئی چیز نہیں۔

آپ شمس الاسلام کے کسی پچھلے نمبر میں معلوم کر چکے ہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
مسلمانوں کو مکہ سے ہجرت کر کے حبشہ چلے جانے کی اجازت فرمائی تھی۔ جب خستہ حال
مسلمان ملک حبشہ میں چلے آئے۔ اور چین سے زندگی بسر کرنے لگے۔ تو مشرکین مکہ کے سینوں میں
حد کی آگ اور بھی زیادہ بھڑک اُٹھی۔ اور انہوں نے مشورہ کیا۔ کہ کسی طرح مسلمانوں کو حبشہ سے بھی
نکھوانا چاہیے تاکہ وہ پھر مکہ میں آجائیں۔ اور میں ایذا میں دینے کا موقع ملے۔ چنانچہ انہوں نے اس
کام کے لئے دو آدمیوں کو منتخب کیا۔ عبداللہ بن ابی ربیعہ اور عمرو بن العاص۔ یہ دونوں اپنے
ساتھ بہت سے تحائف لے کر حبشہ پہنچے۔ اور دوبارہ نجاشی میں باریاب ہو کر یوں عرض کیا
سہئے۔

اے بلند اقبال بادشاہ! ہمارے خاندان کے چند آدمی اپنا وطن چھوڑ کر آپ کے زیر سایہ
آگئے ہیں۔ انہوں نے اپنے آبائی مذہب کو خیر باد کہہ کر ایک عجیب دن نکالا ہے۔
نجاشی نے پوچھا۔ کہ وہ لوگ کہاں ہیں؟ وفد نے جواب دیا۔ کہ آپ کے ملک میں مقیم ہیں۔
یہ سن کر نجاشی نے اپنا ایک ایلیچی ان کے بلانے کو روانہ کر دیا۔ جب یہ ایلیچی مہاجرین کے پاس
پہنچا۔ اور انہوں نے دربار میں اپنی طلبی کی خبر سنی تو بے حد پریشان اور متحیر ہوئے۔ کہ دیکھئے اب کن
مصائب و مشکلات کا سامنا ہوتا ہے۔ اور مشرکین کے پیچھے آہنی سے کیڑ مکر نجات ملتی ہے؟

شمس الاسلام کی روشنی ظلمتِ نصرانیّت میں اٹھ اٹھ کر چلے آئے۔ مسلمان اپنا وکیل حضرت جعفر
طیار رحمہ اللہ کو مقرر کر کے دوبارہ نجاشی
کی طرف روانہ ہو گئے۔ دروازہ پر پہنچ کر حضرت جعفر طیار نے آواز بلند کہا۔ یتا ذن علیک

حزب اللہ - یعنی اے بادشاہ! اللہ کی جماعت آپ سے اندر آنے کی اجازت چاہتی ہے اس آواز میں کیسی قدوسی شان جلوہ گر ہے - جیسے روح ایمان میں ایک گدگدی اٹھتی ہے - اور دنیوی جلال و جبروت پر ایک لرزہ طاری ہوتا ہے - نجاشی بادشاہ کو یہ پر عظمت و جلال فقرہ آپا پیارا لگا - کہ دوبارہ یہ فقرہ کہنے کی خواہش کی - حضرت جعفر رحم نے دہرایا اور فوراً اندر آنے کی اجازت مل گئی - حقیقت یہ ہے کہ یہ پیاراجملہ ہی نجاشی کے دل پر اثر کر گیا جس وقت اللہ کی یہ مقدس اور چینی ہوئی خستہ حال جماعت دربار میں پہنچی تو کہا - اسلام علی من اتبع الهدی یعنی جو سیدھے راستہ پر چلے ہیں ان پر خدا کی رحمت اور سلامتی ہو -

مسلمانوں کی یہ شان ایمان اور جوش صداقت دیکھ کر مشرکین مکہ کے وفد کے ولیپر چھپریاں چل گئیں - مگر کیا کر سکتے تھے - دانت پیکر رہ گئے - وفد نے نجاشی کو مخاطب کر کے کہا - عالیجاہ! ملاحظہ فرمائیے - یہ لوگ کس قدر مغرور و متکبر اور بیباک ہیں مکہ حضور کے دربار میں آکر سجدہ کر کے رسم سلام ادا نہیں کی -

نجاشی (حضرت جعفرؓ کی طرف متوجہ ہو کر) تم نے ہمارے سلام کے رواج کے مطابق ہمیں سجدہ کیوں نہیں کیا؟

حضرت جعفر طیارؓ - ہم لوگ بجز ذات احکم الحاکمین اور کسی ہستی کے سامنے اپنے سر کو خم نہیں کرتے - اور نہ کسی کی حشمت و شکست کی چوھٹ پر جب سائی کرتے ہیں - ہمارا خالق - ہمارا مالک - ہمارا آقا اور ہمارا معبود و سجدہ وہی ہے جس نے زمین و آسمان کو بنایا -

غلام و بد نصیب مسلمانو! اور اپنے من مانے آقاؤں کی چوھٹوں پر جب سائی کر رہو! چشم بصیرت کھول کر دیکھو حضرت جعفرؓ کی گفتگو کے لفظ لفظ سے کیسی بے باکی - صداقت اور حق پرستی ٹپک رہی ہے - اور تمہیں عظمت و اقبال کا کون سا راستہ بتلا رہی ہے - مگر آہ! تم اس قابل کہاں - کہ ان الفاظ کی حقیقت سے واقف ہو کر اپنے اندر بھی میاں صداقت اور حق پرستی پیدا کرو - جیھی تو بھڑکیں کھا رہے ہو -

مذکورہ بالا گفتگو کے بعد
نجاشی کے دربار میں اسلامی صداقت کی چمکتی تلوار | نجاشی نے حضرت جعفرؓ سے پوچھا - تم نے اپنے آبائی کو قدیمی مذہب و مسلک کو کیوں چھوڑ دیا - اور کونسا نیا دین اختیار کیا ہے؟ آپ نے فرمایا - اے بادشاہ! ہم لوگ اسلام سے پہلے ایک جاہل - گمراہ - اور مردہ قوم

تھے۔ بُت رستی ہمارا شعار تھا۔ شراب خوری اور زنا کاری ہماری گھنٹی میں پڑی تھی۔ مُردے کھاتے تھے۔ ہر طرح کے فوجش میں مبتلا تھے۔ قطع رحم کرتے تھے۔ پڑوسیوں کی پرواہ نہ کرتے تھے۔ ہم میں سے قوی ضعیف کو کھاجاتا تھا۔ حلال و حرام میں ہمیں کچھ امتیاز نہ تھا۔ ہماری اس پست و دذناک حالت پر اللہ تعالیٰ کو رحم آیا۔ اور اُس نے ہم ہی میں سے ایک نبی بھیجا جس کی ایمان داری۔ قول و فعل کی راستی و استواری۔ شرافت ذاتی اور عفت باطنی سے ہم لوگ اچھی طرح واقف تھے۔ اس نے ہمیں خدا کی توحید کی طرف دعوت دی۔ صرف ایک خدا کی عبادت کا حکم دیا۔ اور بتوں۔ ستاروں۔ دھنوں اور دریاؤں کی عبادت سے روکا۔ اس نے ہمیں بتلایا کہ صداقت۔ امانت۔ راست بازی۔ صلہ رحم اور حسن جوار کو اپنا شعار بنائیں۔ دن و رات میں پانچ وقت نمازیں پڑھیں۔ سال بھر میں ایک ماہ کے روزے رکھیں۔ مالدار زکوٰۃ دیں۔ اور حج کریں۔ شراب خوری۔ زنا کاری۔ جھوٹی گواہی۔ چوری اور کسی بدکاری کے نزدیک نہ جائیں۔ پڑوسیوں کو نہ ستائیں۔ یتیموں کا مال نہ کھائیں۔ غرض کہ تمام افعالِ قبیحہ سے باز رہیں۔ ہم اس رسول پر ایمان لائے۔ اور اس کا اتباع اپنے لئے باعثِ نجات سمجھا۔ اسکے سر قول و فعل پر ہم پسند ہوئے۔ بس اتنی سی بات ہے جس پر ہماری قوم ہماری دشمن ہو گئی۔ ہمیں طرح طرح کی تکلیفیں اور ایذائیں دیں۔ ہم ہر طرح ستائے گئے۔ وہ چاہتے ہیں کہ ہم پھر خدا کی عبادت کو چھوڑ کر پتھر کی مورتوں کو پوجیں۔ اور جیسے پہلے تھے۔ ویسے ہی بن جائیں۔ ہم پر ان لوگوں نے خدا کی زمین تنگ کر دی ہے۔ اس لئے ہم تنگ آ کر آپ کے ملک میں پناہ گزیں ہوئے ہیں۔

نجاشی نے اس پر اثر جادو بھری تقریر کو بخور سنا۔ اور کہا کہ جو کلام تمہارا نبی خدا کی طرف سے لایا ہے۔ اس میں سے اگر نہیں کچھ یاد ہو تو سناؤ۔ اس پر حضرت جعفرؓ کھانچے کی ابتدائی آیتوں کا پڑھنا شروع کیا۔ نجاشی اس کلام پاک سے اس قدر متاثر ہوا۔ کہ روتے روتے ڈاڑھی آنسوؤں سے تر ہو گئی۔

جب مشرکین کے وفد نے دیکھا کہ مسلمان کی تقریر کا نجاشی پر بے حد اثر ہوا ہے۔ اور اب ہمارے مقصد کا حاصل ہونا ناممکن ہے۔ تو یہ رنگ بدلا۔ کہا کہ یہ لوگ حضرت عیسیٰ کی شان میں بھی گستاخی کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ وہ خدا کے ایک بندے اور رسول تھے۔ نجاشی نے مسلمانوں سے پوچھا۔ کہ تمہارا حضرت عیسیٰ کی نسبت کیا خیال ہے۔

حضرت جعفر نے فرمایا۔ ہم اس کی نسبت وہی کہتے ہیں جو ہمارا خدا کہتا ہے :-
 ھو عبد اللہ ورسولہ وروحہ کلمتہ القا ھا الی موبید الحذر والبقول یعنی
 وہ خدا کے بندے ہیں۔ اس کے رسول ہیں۔ اس کی روح ہیں۔ اور اس کے کلمہ میں جسکو
 خدا نے کنواری اور پاک مریم کی طرف ڈال دیا۔ نجاشی نے کہا۔ خدا کی قسم عیسیٰ ابن مریم
 اس کے سوا کچھ نہیں ہیں۔ اس کے سردار اس پر کچھ بگڑے۔ مگر اس نے سب کو ایک ڈانٹ
 پلا دی۔ اور شام دربار پر حق پرستی کی نورانی حیا درخشاں ہو گئی۔

اب کیا سمجھا۔ اسلامی صداقت اپنا مقام کر چکی تھی۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ مشرکین کے
 وفد کی متناہوں کا مکان دھڑلہ سے گر پڑا۔ نجاشی نے تمہیں تمنا کیف واپس کر دیے مسلمانوں
 کو کہا۔ کہ آپ میرے ملک میں جہاں چاہیں آزادی سے رہ سکتے ہیں۔ اور وفد سے کہا کہ آپ بھٹکے
 ٹھنڈے لینے ملک کو سد ہر جائے۔ تمہارے ظلم و حماقت اور متکبریت و گمراہی کا مجھے علم
 ہو گیا ہے۔ اس طرح یہ لوگ خائب و خامرہ واپس آئے۔ ان کو نجاشی کے دربار میں ذہدین
 و رسوائی اٹھانی پڑی جس کو ان کا دل ہی جانتا ہو گا۔ یہ انعام خداوندی اور فضل ایزدی ہے
 جس کو چاہتا ہے دے دیتا ہے۔ کاشش اہم بھی احکام اسلام پر عمل پیرا ہو کر اور محمد رسول
 اللہ کا درس مقام کر اسی طرح انعام خداوندی اور فضل ایزدی کے مستحق ٹھہریں :-

رشحات ادارت

کیا مسلمانوں کا منہ مطالبہ پورا نہ ہو گا؟

کراچی میں جس طرح بیگناہ مسلمانوں کو خاک خون میں لوٹایا گیا۔ اور جس طرح فرش خاک
 کو ان کے قیمتی خون سے رنگا گیا۔ اس کے درد و کرب سے ہندوستان کے ہر کوڑے مسلمان
 تڑپ رہے ہیں۔ اور اس آسمان عدل و انصاف کے نیچے فریاد کر رہے ہیں۔ مگر آہ ان کی
 فریاد سننے والا کوئی نہیں۔ ان کے زخم جگر پر مرہم رکھنے والا کوئی نہیں۔ شہادت گہ
 سراجی کے دردناک مناظر نے بجا طور پر مسلمانان ہند کے دلوں پر دھج و غم کے آبرے چلا
 دیئے ہیں۔ جس وقت گولہ باری کے بھیانک نتائج پورخ ستم شعار نے اپنی آنکھوں

سے دیکھے ہوئے تو بے اختیار انہیں بند کر لی ہوئی جس وقت ظلم و استبداد کی قبر والی طاقتوں نے
 ترقی یافتہ لاشوں پر بڑے بڑے آدمیوں کو کھجور کی طرح روٹے اور انہیں کامبندی کے ہاتھوں شہید
 شوہروں کے چہروں سے خون صاف کرتے ہوئے دیکھا ہوگا۔ تو چنچ کر انہیں بند کر لی ہوں گی۔
 آہ! مسلمانانِ کراچی پر جو قیامت آنی تھی وہ آگئی، مسلمان کچھ عرصہ کے بعد ان شہداء کو بھول
 جائیں گے۔ اور ہندوستان اس واقعہ کو فراموش کر دے گا۔ مگر حکومت کی عجیب و غریب
 روش یادگار زمانہ رہے گی۔ مگر مسلمانوں کے آزاد و تحقیقات کے مطالبہ کو پائے استحقاق
 سے محروم کر دیا جائے اور اس کے جواز میں حکومتی دلائل گھڑ لے جائیں۔ اور مسلمان نہر
 چینی چلا لیں مگر ان کی ایک نہ سنی جائے۔

مسلمانوں کا مطالبہ ہے کہ حکومت آزادانہ تحقیقات عمل میں لائے۔ بعد تحقیقات اگر
 مجرم حقیقت میں ثابت ہوں تو ان کو قاروقی سزا دی جائے۔ اور مسلمانوں کے متعلق جہاں
 کو زیادہ اشتعال اور فحش کی اجازت نہ دی جائے۔ اور اگر وہ مجرم ثابت نہ ہوں تو حکومت اپنے
 دین سے بنیادی کا دروغ دھوئے۔ لیکن حکومت کا یہ عالم ہے کہ وزیر ہند۔ حکومت ہند۔
 حکومت بمبئی اور حکامِ کراچی یہ یقین رکھتے ہیں کہ کراچی میں جو کچھ ہوا ہے بجا ہے۔ اگر یہی
 بات ہے۔ اور حکومت کا دین ہر طرح صاف ہے تو اس چشم پوشی اور اغماض کے کیا معنی۔ وہ
 آزاد تحقیقات کر کے مسلمانوں کو بھی یہ یقین دلادے کہ جس قصہ ختم۔ گردہ اجنبی اور غیر ذمہ دارانہ
 حکومت ہی کیا پورا ہے خاصہ کہ مطالبہ کو لہرا کر دے۔ پس حکومت کی دانشمندی انتصاف پسندی
 داد دے اور سنجیدگی کا نہ بد درست اقتضائیں ہی ہے کہ فوراً آزاد تحقیقات عمل میں لائے۔ اور
 ناروا طور پر حکامِ کراچی کی حمایت نہ کرے۔

اگر مسلمانانِ ہند کا یہ متحد مطالبہ پورا نہ ہوا۔ تو مسلمانوں کے ٹوٹے ہوئے دلوں کو حکومت
 کی کوئی تدبیر بھی نہ جڑ سکیگی۔

آج مسلمان کراچی کے حادثہ غوغا پر خون کے آنسو بہا رہے ہیں۔ اور
 زند باد شریعتی امت کو متعصب ہندو اپنی آنکھوں سے مسرت کے موتی گرا رہے ہیں۔
 پرنسپل ہویا لاپ اور ٹریڈین ہویا ویر تجارت بھی حکومت کی ہاں میں ہاں ملا کر مسلمانوں کی غلطی
 اور بیکسی میں اضافہ کر رہے ہیں۔ کیا اچھی وطن پروری ہے۔ کیا یہ ہندو مسلم اتحاد کی استواری
 اور تعلقات کی خوشگوری کے لچن ہیں۔ اگر یہی تعصب و نہایت ہندو صحافت پر قبضہ کئے رہی تو

آزادی وطن سے ہاتھ دھولینا چاہیے۔ مگر مسلمانوں کو مطمئن رہنا چاہیے۔ کہ جہاں ہندوستان میں ایسے متعصب ہندو موجود ہیں۔ اسی ہندوستان میں اور خاص سراجی میں ایسی منصف مزاج۔ حق گو مخلص بہادر اور محب وطن ہندو ہستیاں موجود ہیں۔ جن پر ہندو مسلم دونوں کو فخر و فائز کرنا چاہیے۔ اسمبلی میں کانگریس پارٹی کے اکثر ارکان نے اس حادثہ پر جس بہادر و اور امداد و اعانت کا ثبوت دیا ہے۔ وہ ہندوستان کی تاریخ میں یادگار رہسکا۔ بھر محترم شرمی امرت کور نے مطلوبین کی بہادری میں جو مبارک قدم بڑھایا ہے۔ اس نے مسلمانوں کی نظروں میں محترمہ کر بے حد وقیع بنا دیا ہے۔ شرمی امرت کور نے اخبارات میں حسب ذیل پل شائع کرائی ہے۔

مسلمان ان شہداء کو بھول جائیں گے۔ اور ہندوستان اس واقعہ کو فراموش کر دے گا۔ تاریخ کے صفحات میں یہ ٹریجڈی یادگار رہسگی۔ اور جو عورتیں اور بچے اس حادثہ کی وجہ سے مصیبت میں پڑ گئے ہیں۔ ان کے لئے مرتے دم تک ٹریجڈی ہی ٹریجڈی ہے۔ لیکن اس ٹریجڈی کا سب سے زیادہ اثر کس پر پڑا ہے۔ بوڑھی ماؤں۔ نوجوان بیویوں۔ اور چھوٹے بچوں پر۔ ان ہی کے لئے امداد کی گئی ہے۔ کیا کوئی انسان جس کے دل میں انسانیت کا ذرا ثبوت بھی ہے۔ ان کے لئے امداد کو دینے کو سکتا ہے۔ خود وہ کوئی ہو۔ سرکاری ملازم ہو۔ راجہ یا نواب ہو۔ ہندوستان کی عورتیں متعدد بار اعلان کر چکی ہیں۔ اور عمل کر کے دکھا چکی ہیں۔ کہ وہ فرقہ پرستی سے بالاتر ہیں۔ ہندو مسکھ اور پارسی عورتیں اس ولت ثابت کر سکتی ہیں۔ کہ وہ مسلم قوم کی مصیبت کے احساس میں متحد ہیں قطع نظر اس کے کہ فائرنگ کی بابت کیا رائے ہے۔ ہاں تا گاندھی کے الفاظ میں مسلمان ہمارے گوشت کا گوشت اور پوست کا پوست ہیں۔ آؤ ہم ملکر عمل سے ثابت کر دیں۔ کہ حقیقت یہ ہے وہ سچی انسانیت و شرافت اور جذبہ مودت و اخوت جو آزادی وطن کا زہد دار و خنیں ہے۔ کاشش ایسی جذبہ مند و اخبارات کے ایڈیٹروں میں بھی پیدا ہو۔

اب کی مرتبہ کہ معظمہ کاشاندار اجتماع حج۔ حج اسلام کا وہ عظیم الشان رکن ہے جسکی اخلاقی۔ روحانی۔ تمدنی۔ معاشرتی اور سیاسی خوبیاں اچھ سکنتیں حد شمار سے باہر ہیں۔ حج حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یادگار ہے۔ اور روجوں میں جولانی۔ جذبات میں میحان۔ دعاؤں میں روشنی۔ خیالات میں وسعت و پاکیزگی۔ سچی آزادی۔ صادق انسانیت۔ دنیا میں راستی اور امن پیدا کرنے والا غریبی فریبہ ہے۔ سچ قریب ہے کہ دنیا کے قصر رفعت و کبر میں اعمال

و ارکان حج کی کار سی فرسک زلزلہ پڑ جاتا ہے۔ شاہ و گداسب مساوی ایک لباس اور ایک ہی دھن میں نظر آتے ہیں۔ باجسرت بادشاہ۔ دولت مند اور عیاش امیر۔ صاحب سطوت حکام۔ نان شبینہ کو محتاج رہنے والے فقیر اور خانہ بدوش فاقہ مست سب ایک ہو جاتے ہیں۔ حسینوں کا غرور حسن و رعنائی۔ جہادوں کا ظلم و استبداد۔ حکمرانوں کی ظلم پسندی سفاکی ظالموں اور حکیموں کی داعی خود کسپی۔ خود رانی اور علماء کا غرور علم و فضل مکہ پہنچ کر سب خاک میں مل جاتا ہے۔ اور ان فی اخوت و مساوات کا ایک ٹھاٹھیں مارنا تو اس مندر نظر آتا ہے۔

اسال مکہ معظمہ میں بہت شاندار اجتماع رہا۔ اب کے حج کی یہ خصوصیت ہے کہ دنیا کے اسلام کے بڑے بڑے و الیان ریاست امرا۔ حکام اور عمائد تشریف لائے۔ اور مکہ منہ میں حقیقی مساوت کا وہ منظر دکھایا جس سے اقوام عالم کی آنکھیں قہنہ صبا گئیں۔

فلک آصفیہ بیگم صاحبہ حیدر آباد کا وود مکہ معظمہ اسال کا تاریخی واقعہ ہے۔ حکومت محرم اور جرائد حجاز نے اس امر پر خاص طور پر مسرت کا اظہار کیا۔ اور شاہین شان استقبال کیا۔ اس کے ساتھ ہی شہر بارہا دل پور بھی بارگاہ نبوی میں شوق و محبت کے دو گونہ احساسات کے ساتھ حاضر ہوئے۔ اور آپ کے اعزاز میں گدز مکہ نے ایک شاندار دعوت دی۔ ان کے علاوہ جن مشاہیر بزرگوں اور گرامی قدر سہتیوں نے حج کے اجتماع میں شرکت کی ان کی فہرست یہ ہے۔

مشاہیر پیر۔ نواب منزل اللہ خان۔ سر عمر حیات خان۔ علامہ یوسف علی۔ مولوی شاہ اللہ سید افضل حسین خان بہار ڈیٹی حبیب اللہ صاحب علی گڑھ۔ خان بہادر ڈاکٹر ہدایت اللہ کزل احمد حسین۔ میجر سلطان احمد۔ پرنسپل احسان الحق حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحب۔ صاحب زاد حسن دین۔ مولانا محمد طیب صاحب سیم دار العلوم دیوبند۔ مولانا محمد نعیم لدھیانوی۔ مولانا مفتی مہدی حسن اور مولانا عبدالرحیم صاحبان مفتی سرحد۔

مشاہیر مہتمم۔ علامہ سید محمد عینی نقشبانی۔ سیدہ قوت القلوب سیدہ خفیفہ خاتم العبدۃ صالحہ پاشا مفتی پروفیسر محمد محمود حمادی۔ کمال الدین بے اسمعیل۔ فاضل خوادشکر۔

مشاہیر افریقہ میں سے فاضل محمد داؤد مدیر مجلہ السلام۔ علامہ مبارک مرکشی۔ ذوات پاشا جزائری۔ احمد شقیر تاجرا عظم ٹونس وغیرہ۔ اسی طرح مشاہیر بریت و شام میں سے بھی کافی گرامی بہتیاں پہنچیں۔ اس سال کو سیم حج کے موقع پر دنیا نے اسلام کے مشاہیر کی شرکت

سے ظاہر ہو گیا۔ کہ حج ہی حقیقی معنوں میں موخر اسلامی ہے۔

مسلمانان اگر کا قابل تقلید اقدام | عاشورہ محرم واقعہ ہائے شہادت حسین کی واقعہ ہے۔ یہی وہ مبارک مہینہ ہے جس میں مسلمانوں کو حریت و آزادی کا ناقابل فراموش سبق ملتا ہے۔ دل و دماغ روشن ہوتے ہیں۔ اور جس میں جوش ایمان، عزم و ثبات، صبر و استقلال اور توفیق علی اللہ جیسے وہ جو اس پر لے لیتے ہیں جن کو حاصل کر کے مسلمان حقیقی خون میں مسلمان بنتے ہیں۔ اسلام اپنے شہدا، صلحا اور بزرگوں کے کارنامہ ہائے حیات کی یادگار مناسبت پر زور دیتا ہے۔ مگر اس لئے نہیں کہ اس کو لہو و لب کا ذریعہ بنالیا جائے۔ اور اس کی عبرت نہ لیں۔ بلکہ اس لئے کہ ان کی یاد لینے عمل سے زندہ رکھی جائے۔ اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی تیاری کی جائے۔ مگر افسوس کہ مسلمان علیٰ جذبہ اور حقیقت اسلام سمجھنے والے دل و دماغ کھو چکے۔ اور جو کچھ ایام محرم میں ہوتا ہے اس کو دنیا جانتی ہے۔ اسلام کا نام لیکر وہ وہ افعال کئے جاتے ہیں۔ کہ جن سے اسلام بھی پناہ مانگتا ہوگا۔ زیادہ افسوس تو یہ ہے کہ شیعوں کی دیکھا دیکھی سنی مسلمان بھی طرح طرح کی بدعات و خرافات میں پھنس گئے۔ گویا وہ بھی محرم میں شیعہ ہی بن جاتے ہیں۔

ایام محرم میں جو تہذیبی جلوس نکلتے ہیں۔ ان کا سب سے گھناؤنا پہلو یہ ہوتا ہے کہ ان جلوسوں میں بعض عورتیں بے پردہ و بے نقاب شامل ہوتی ہیں جن کے بڑے نتائج نکلتے ہیں۔ اسی طرح آدھری خلاف شرع بہت سی باتیں ہوتی ہیں۔ ہر سال اصلاح حال کی کوششیں بھی کی جاتی ہیں۔ مگر سچ تو یہ ہے۔ کہ کوئی موثر قدم نہیں اٹھایا جاتا۔ اس سال مسلمانان اگرہ نے ایک قابل تقلید اقدام کر کے اپنی دانشمندی اور شریعت پروری کا ایک عمدہ ثبوت دیا ہے اور مسلمانان ہند کے سامنے ایک شامل قائم کر دی یعنی محرم کی دسویں تاریخ کو انہوں نے کوئی جلوس نہیں نکالا۔ شہر کے تمام مسلمانوں نے اپنا کاروبار بند کر دیا۔ اور جامع مسجد میں اجتماع کر کے حتم قرآن شریف کیا۔ یہ ہے مسلمانوں کے ماہ محرم منانے صحیح اور نتیجہ خیز طریقہ جو عقل و شریعت کی نگاہوں میں بے حد پسندیدہ اور لائق صد ہزار تحسین ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو توفیق دیں۔ کہ وہ ایام محرم میں بدعات و خرافات سے مجتنب رہیں۔ اور شہداء شہدا کی عملی یادگار مناتے ہوئے حریت و آزادی کا بے پناہ جذبہ حاصل کریں۔

مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری کا تاریخی مقدمہ۔ مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری کا مقدمہ اپنے نتائج یا اپنی نوعیت اور اپنی اثر پذیری کے لحاظ سے اس قابل ہے کہ ہر مہر دہ اسلام اس کی رو پکار کا مجبور مطالعہ کرے۔ اور اسلام اور اپنے محبوب بننا سے ہمہ دوی کا ثبوت اُسے۔ ۱۸ اپریل کو حضرت مولانا کا مقدمہ پیش مجسٹریٹ کی عدالت میں پیش ہوا۔ شاہ صاحب کے وکیل میاں محمد شریف نے بحث کی تیاری کے لئے تین روز کی مہلت مانگی۔ لیکن مجسٹریٹ نے صرف ایک دن کی مہلت منظور کی۔ اور وکلاء کی بحث کے لئے ۱۹ اپریل مقرر ہوئی۔

اس تاریخ پر شاہ صاحب کی طرف سے مولوی منظر علی صاحب اظہر بحث کے لئے موجود تھے۔ آپ نے جس بالغ نظری اور قابلیت کے ساتھ قانونی موٹگافیاں کر کے حق پیروی ادا کیا۔ وہ ان کی اسلامی مہر دوی کا ایک چمکتا اور شاندار ثبوت ہے۔ آپ نے اپنی فاضلانہ بحث میں حسب ذیل امیر روشن ڈالی۔

یہ کانفرنس کن حالات میں منعقد ہوئی۔ جن اقتباسات کی بنا پر مقدمہ چلایا گیا۔ اور وہ تقریریں جو عدالت میں پیش ہوئیں۔ ان تینوں حصوں پر آپ نے نہایت ہی مدلل سیراہ میں بحث کی۔ آپ نے قادیانی گواہوں کی غلط بیانیوں کا پردہ فاش کیا۔ پھر ان غلط کام مختصر ذکر جو مبارک والوں پر خلیفہ صاحب اور دوسرے میرزائیوں کی طرف سے ہوئے۔ قادیانی میں مرزائیوں کے تشدد کی الم انگیز داستان کو وضاحت سے بیان کیا۔ اپنے استاد اکبر مرزائی خطبات تحریر و تقریریں باقاعدہ جبر و تشدد کی تسلیم سے کران پر تبلیغ کا پردہ ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ انہیں آپ نے صفائی کا حق عہدگی کے ساتھ ادا کیا۔ جس وقت مولوی منظر علی فاضلانہ۔ عالمانہ اور مدبرانہ بحث فرما رہے تھے۔ تو قبلہ شاہ صاحب نے فرمایا۔ مجھے خدا کی عدالت میں پیش ہونا ہے۔ اور چونکہ مجھے سچ بولنا ہے اس لئے میں ہر جگہ خدا ہی کی عدالت سمجھتا ہوں۔ لہذا جو کچھ میں نے اپنی تقریر میں کہا ہے۔ اُس سے میں انکار نہ کروں گا۔ اور جو نہیں کہا۔ اُس سے انکار کرنا میرا فرض ہے۔ ہر مسلمان کو بصمیم قلب دعا کرنی چاہیے۔ کہ اللہ تعالیٰ حق کو حق اور باطل کو باطل کرے۔ آج پنجاب کے اخبارات و رسائل جن کے سامنے ملت مسلمہ کا مفاد ہے۔ اس تاریخی مقدمہ کی رو سے ادشایع کر رہے ہیں۔ مگر تحفظ حقوق المسلمین کا دعویٰ کرنے والے

بعض اخبارات منہ میں گھٹکنیاں ڈالے بیٹھے ہیں۔ ان کی یہ مجرمانہ اور غدارانہ خاموشی ان کے بلند بانگ و وعدوں کا منہ چڑا رہی ہے۔ اس مقدمہ میں جو کچھ ہوتا ہے سو جائیگا۔ مگر ان حقوقیوں کی یہ شرناک روش یا دغا زمانہ رہ جائیگی۔

خریدارانِ سالہ الاسلام حکم ضلع لالچ کی خدمت میں | الاسلام جن عزائم

جن بیتاب آرزوؤں کو لیکر میدانِ صحافت میں آیا تھا۔ خریدارانِ الاسلام ان سے اچھی طرح واقف ہیں۔ وہ ہندوستان میں اپنی طرز و نوعیت کا واحد رسالہ تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اس نے تھوڑے سے عرصہ میں ہندو اسلام کے قلوب میں جگہ کر لی تھی جس کا ثبوت آپ حضرات کی امداد و دست گیری ہے۔ جس کو میں تمام عمر یاد رکھوں گا۔ مگر افسوس کہ اس کی عمر زیادہ نہ ہوئی۔ تمام آرزوئیں گوشہ نامراد میں دفن ہوئیں۔ گلشنِ صحافت کا نوخیز غنچہ بن کھلے ہی مڑھب گیا۔ یعنی پانچ سو روپے کا خسارہ برداشت کر کے بصد حسرت و یاس اس کو بند کرنا پڑا جس کو غالباً دو ڈیڑھ سال کا عرصہ ہو چکا ہے۔

الاسلام کا بند ہو جانا توجیہاں باعثِ رنج و ملل نہ تھا۔ البتہ آپ حضرات کے بقیہ چندہ کی ادائیگی کے رنج و غم سے میری کمر ٹوٹی جاتی تھی۔ خدا ہی کو خوب روشن ہے کہ میں نے یہ عرصہ کس روحانی کوفت و اذیت میں گزاریا ہے۔ اور کیسے کیسے جنن سے اس قرض کے بار سے سبکدوش ہونے کی ناکام کوششیں کیں۔ لیکن دلے ناکامی۔ کہ یہ بار سر سے نہ اترنا تھا اور نہ اترے۔ یہ خیال میرے لئے بے حد تکلیف دہ تھا۔ مگر بے بس و مجبور تھا۔ میں خدا کی لا محدود قدرتوں کا مستکر نہ تھا۔ مجھے کامل یقین تھا کہ خدا کے قدوس کبھی نہ کبھی کوئی سبب ہٹا کر دیں گے۔ میں برابر اس ربِ کرم سے التجائیں کرتا رہا۔ بالآخر خدا کے قدوس کی رحمت نے میری دست گیری فرمائی۔ یعنی میرے ویرانہ کرم مجاہد حق پر جوش ملیح حضرت بولینا مولوی ظہور احمد صاحب بگوی امیر حزب الانصار بصرہ نے مجھے فرشِ مایوسی سے اٹھا کر اپنے سینہ سے لگا لیا۔ شمس الاسلام کی خدمت کے لئے مجھے اپنے ایشیا و احلاس سے خرید لیا۔ اور سہارنویں الاسلام کے حنیف یاروں کو شمس الاسلام کے پرچے دوں گا۔ اللہ تعالیٰ اس گرامی قدر ہستی کو جزائے خیر دے

جس نے مجھے یابوسی کی حالت میں نوازا اور ایک ناپیز ذرہ کو مہر و خشاں کر دیا۔ آج میں
خسریہ داران الاسلام کے تسامع سے سرخرو ہوں اور بجائے الاسلام بمش الاسلام
ان کی خدمت میں ارسال کر رہا ہوں۔

گر قبول افتد رہے عز و شرف

گویا یوں سمجھئے کہ شمس الاسلام کی ضیا باریوں نے اسلام کے قمر کو اپنی گود میں لے
لیا۔ اب میں خریداران الاسلام کی خدمت میں عرض کروں گا کہ جہاں میں اپنے فرض سے ادا
ہوا ہوں وہ آپ کی اسلام دوستی سے بجا طور پر متوقع ہیں کہ آپ حضرات شمس الاسلام
کی امداد و اعانت میں حتی الامکان کوشش فرمادیں گے۔ اگر آپ نے خدا سی بھی توجہ فرمائی
تو پھر آپ دیکھیں گے کہ شمس الاسلام کیا سے کیا بنتا ہے۔

یقین جانتے۔ آپ شمس الاسلام کی امداد کر کے محض ایک رسالہ کی امداد نہ کریں گے۔
بلکہ اسلام کی ایک ٹھوس خدمت سرانجام دیں گے۔ خدا دین کا بول بالا کرے۔ اور دین حقہ
کے تحفظ و اشاعت کا حق ادا کرنے میں ہمارے معاون ثابت ہوں گے۔ کیونکہ شمس الاسلام
باطل فرقوں کے سامنے سینہ سپر ہے۔ اور حق کی حمایت و حفاظت میں سر دھڑکی بازی لگا
چکا ہے۔ اگر ہر بھائی دو دو حسد ریدر دیتے کا تہمتہ کر لے۔ تو بس بڑا پار ہے۔ ہم آئندہ
اشاعت سے ہی ایک کاپی بڑھاکر مفید مضامین کا اضافہ کر دیں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی
ہمتوں میں بلندی۔ عزائم میں برکت اور سعی میں جوش عطا فرمائے۔ آمین۔

سید محمد الوری شاہ اور سید محمد شاہ | ہر دو حضرات نے ہیں ایک دوسری
مضمون بصورت عتاب نامہ برائے
جواب ارسال کیا ہے اور اس امر پر ضرور دیا ہے کہ ہم ان کے مضمون کو اور اس کے جواب کو شائع
کر دیں۔ ان حضرات کا مضمون تھا تو کس قابل کہ وہ ملا دنیا و س کے حوالہ کر دیا جاتا۔ مگر
چونکہ ان ہر دو حضرات سے ہمیں امید ہے کہ وہ اپنے مضمون کا جواب شافی پاکر اگر حق و
صداقت کی تلاش ہے۔ تو فوراً شیعہ سے تائب ہو جائیں گے۔ اس لئے ہم
انشاء اللہ آئندہ اشاعت میں نہایت سنجیدگی سے اس کا جواب شائع کریں گے۔

اشارات و کنایات

(بقلم خود ملا دقیق اف ص)

اسلام فہمی اس کو کہتے ہیں | یہ سو کہ اس زمانہ میں بجلی کی روشنی نے شہروں کو بقیہ نور بنا رکھا ہے۔ چہرہ پر بیکسانی حق کی قلعی ہو جاتی ہے۔ اور ہم کو لوں پر گوروں کی حکومت ہے۔ تو بلاشبہ یہ زمانہ روشنی کا ہے۔ اور اس سے کس کافر کو انکار ہو سکتا ہے۔ اور اگر اس سے مراد یہ ہو کہ یہ زمانہ علم و عقل کی روشنی کا ہے تو اس میں ہیں کلام ہے کیونکہ اگر یہ زمانہ علم و عقل کی روشنی کا ہوتا۔ تو مرزا اجمی کی نبوت کا ذہب کی دوکان نہ چمکتی۔ مسلمانوں کے سیاسی سید سر آغا خان نہ بیٹے۔ ہر ایرایہ غیر انتہو خیر بازار سیاست کا جوہری نہ بنتا۔ ہر نااہل اخبارات و رسائل کا ایڈیٹر نہ بنتا۔ اور سرگوداہ فہم مضمون نگاری کے ذریعہ علم و فضل کی نمائش نہ کرتا۔ پس ثابت شد کہ یہ زمانہ علم و عقل کی روشنی کا نہیں۔ آئیے اب میں آپ کو دکھاؤں کہ یہ زمانہ کسی قسم کی طلعت امیر نام نہاد روشنی کا ہے۔

اخبار "نیر اسلام" لاہور کی اشاعت مورخہ یکم اپریل یعنی ماہ رواں کے پہلے دن میں جس کو "اپریل فول" بھی کہا جاتا ہے۔ ایک مضمون بعنوان "اسلام فہمی کے لئے چند اہم سوالات" شائع ہوا ہے۔ جو اس قدر اہم اور پر از حقائق ہے جو مسلمانوں کو ترقی و کامیابی کا سیدھا راستہ بتا دینا۔ اور اگر کہیں مسلمان اس پر عمل بھی پڑے۔ تو بس وہ سوئے اور عروج و ارتقاء کی بلندیاں پھر کیا مجال جو وہاں تک انگریزوں کا کوئی ہوائی ہمار بھی پہنچ جائے۔ اب ذرا ان پر از حقائق سوالات کو سمجھ کر متوجہ ہو کر سنئے۔ اور مضمون نگار کے بلند پرواز و بلند کی داد دیجئے۔ کہ وہ کتنی دور کی کوڑھی لایا ہے۔

آپ کہیں گے کہ کیا ملا دقیق انوس بھی رسل اسلام کے دفتر میں اپنا گونہ بنا کر ایک دم ایسے علامہ ہو گئے کہ ایک درویش "سلمان" کی اسلام فہمی کو یوں گنبدے لگے کہ اگر آپ نے یہ سارا مضمون پڑھ لیا تو مزاحی تو آجائیگا۔ سوئے۔ ملا دقیق انوس قلمی علم و عقل اور حماقت آبی کے لحاظ سے وہی کے وہی ہیں۔ ذرا بھی نہیں بدلے۔ ایک ایچ بھی آگے نہیں بڑھی۔

نُصْرَةُ الْحَدِيثِ

انکارِ حدیث انکارِ قرآن
پر منہج ہوگا

بلسلہ اشاعت گذشتہ منکرین حدیث خوب اچھی طرح غور کریں کہ ایسی متوازن چیزوں کے انکار اور ایسی توڑ توڑ کو بے اعتبار کر دینے کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ ان کے ہاتھوں سے قرآن کریم کی خود رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن بھی چھوٹ جائے گا۔ اس لئے کہ ان سب چیزوں کے ثبوت کا مدار سوائے انبیاء متواترہ کے اور کسی چیز پر نہیں ہے۔ میں ہر چند غور نہ کرتا ہوں۔ لیکن کسی طرح یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ منکرین حدیث کو عقل و خود سے اتنی بیگانگی کیوں ہے؟ آخر یہ کس عقل کا تقاضا ہے کہ کتبِ احادیث جو اقوال و افعالِ نبوی آنحضرت سے لے کر ان کتابوں کے مصنفین تک مسلسل زنجیروں کے بیان و شہادت کے ذریعہ منقول ہوتے ہیں ان کو تو بے اعتبار و ناقابلِ قبول کہہ دیا جاتا ہے۔ لیکن کتبِ تاریخ میں جو واقعات و اعمال تذکرہ ہیں باوجودیکہ ان کا کوئی سند مذکور نہیں ہے پھر بھی وہ سب تسلیم و مقبول ہیں (رع) بین تفاوتِ رہ از کجاست تا کجا! اور اس سے زیادہ بے ضروری کا مظاہرہ یوں کیا جاتا ہے کہ یوں پکا ایک دشمنِ اسلام مصنف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ہزار سال بعد پیدا ہوتا ہے اور محض اپنے قیاس و تخیل سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا قرآن یا اسلام یا حدیث یا کسی تاریخی واقع کے متعلق کوئی رائے ظاہر کرتا ہے تو وہ اس مدعیانِ عقل کے نزدیک ایسی یقینی بات ہو جاتی ہے کہ اس کو پیامِ جبریل سے کم نہیں سمجھتے۔ لیکن اخبارِ اُمرتِ محمدیہ اور علمائے سلف امور مذکورہ کے عینی مشاہدوں کا بیان بات و متعل پیش کریں تو اصلاً ناقابلِ اتفاق اور قطعاً غیر معتبر و ناقابلِ قبول (رع) بسوخت عقل زحیرت کہیں چہ پر ابھیریت!

تفسیر اوسوسہ | جو انکارِ حدیث کا باعث بن جاتا ہے۔ یہ ہے کہ حدیثوں میں بہت سی باتیں خلاف عقل ہیں اور خلاف عقل باتیں قابلِ تسلیم نہیں ہیں۔

اس کا جواب | یہ ہے کہ انکارِ حدیث کی یہ سب سے بھونڈی وجہ ہے منکرین حدیث کو اس وجہ کا ذکر کرنے سے پہلے ضروری تھا کہ وہ عقل کا ایک خاص معیار پیش کرتے اور اس معیار کا ثبوت قرآن کریم سے دیتے یا کم از کم اسی معیار پر قائم یا اکثر عقلاً کا اتفاق پیش کرتے یا یہ بھی نہیں تو اس معیار پر کوئی ایسی عقلی دلیل قائم کرتے جس سے اکثر مصنف مزاج لوگ مطمئن ہو جاتے لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا اور نہ ایسا کوئی معیار پیش کرنا ان کے ارادوں میں تھا ہر واقعہ کا جانتا ہے کہ دنیا میں کوئی معیار عقل چند دلوں سے زیادہ قائم نہ رہ سکا۔ فلسفہ قدیم اور فلسفہ جدید دونوں کی تاریخیں پڑھیے تو معلوم ہوگا کہ آج جو معیار عقل قرار دیا گیا۔ کل اُس کو غلط اور غلط بتایا گیا۔ اور کل

جو چیزیں ناممکن سمجھی جا رہی تھیں۔ آج ہم ان کو اپنے مشاہدہ میں پاتے ہیں علاوہ وہیں میں منکرین حدیث سے پوچھتا ہوں کہ عقل کو معیار و مقبول قرار دینے میں کیا صورت اختیار کرتے ہیں اگر وہ کچھ خاص نوعیت کے اشخاص کی عقل کو معیار بتاتے ہیں تو ان کو بتانا ہوگا کہ کس نوعیت کے لوگوں کی عقلیں معیار ہونگی اور نوعیت کی تخصیص کا کیا ثبوت ہے؟ اور اس خاص نوعیت کے اشخاص کی تعلیم و انتخاب میں اختلاف ہوگا۔ تو اس کا فیصلہ عقل سے ہوگا یا نقل سے اگر عقل سے ہوگا تو پھر وہی سوالات ہونگے اور اگر نقل سے ہوگا تو وہ نقل کیا ہے۔ اور اگر ہر شخص کی عقل معیار ہے۔ تو گزارش ہے کہ جب ہر شخص اپنی عقل کے لحاظ سے مکلف ہے تو آپ حضرات نے یہ حجت کیوں کی کہ اپنے خیالات و عقائد کا دوسروں کو باندھ کرنے کے لئے رسلے مکالمے مضامین چھپوا رہے اور کتابیں شائع کیں اگر کوئی شخص چاہیوں کو واجب التعمیم کہتا ہے اور ان کے مضامین کو خلاف عقل نہیں سمجھتا تو آپ کیوں حدیثوں کو خلاف عقل باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں۔ منکرین حدیث نے یہ بھی نہ سوچا کہ اگر حدیثوں کے انکار کیلئے ان کا یہی حیلہ کافی ہے تو حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کا عذر خدا نے کیوں نہ مان لیا۔ آخر انہوں نے بھی تو تعلیمات شعیب کے قبول کرنے سے اسی لئے انکار کیا تھا۔ کہ یہ تعلیمات ہماری عقل میں نہیں آتیں۔ قال الشیب ما نقہ کثیرا ثم قال اسے شعیب تمہاری بات سنی یا میں سمجھتا ہوں کہ یہ تعلیمات ہماری عقل میں نہیں آتیں م اسی پر وہ لوگوں نے بھی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا۔ قلوا بل نطعنہم ہمارے دل بند ہیں اس میں آپ کی باتیں نہیں سماتیں یعنی آپ کی باتیں خلاف عقل و فہم ہیں۔ منکرین حدیث کے اصول پر ان کا عذر نہایت مقبول تھا مگر خدا نے اس عذر کی مطلق سماعت نہیں فرمائی بلکہ ان کا یوں رد کیا۔ لا یلہنہم اللہ بکنہم فطیروا ما یؤنسون یعنی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں خلاف نہیں ہیں بلکہ منکرین پر خدا نے ان کے انکار کی وجہ سے لعنت کر دی ہے اب ان سے ایمان تو قہ بہت کم ہے اسی طرح مشرکین نے بھی یہاں نکالا تھا کہ "قلوبنا فی الکفر معاذ اللہ" (یعنی جس بات کی طرف ہم کو آپ دعوت دیتے ہیں۔ ان کی نسبت سے ہمارے دل پر دے میں ہیں) منکرین حدیث کے خیال سے تو یہ بڑی اہل دلیل انکار رسول کی ہے مگر وہ حقیقت وہ ایسا لغو اعتراض کر کے مکذبین انبیاء علیہم السلام کے پیرو بن رہے ہیں۔ لہٰذا ما کانوا لایعلمون۔ پھر سب سے بڑی بات یہ کہ آج تک منکرین حدیث نے کوئی خلاف عقل حدیث پیش نہیں کی اور جن حدیثوں کو وہ خلاف عقل سمجھ کر پیش کرتے ہیں وہ حقیقت وہ خلاف عقل نہیں ہیں بلکہ خود ان کی عقل نارسا کا قصور ہے اس کے علاوہ مضامین اکثر پیشتر قرآن کریم سے ثابت ہیں مثلاً بہت سے عقل پرست مشرک و منشر اجساد، قیامت، ملائکہ، معراج، جہان، عذاب و ثواب، برزخ و رجعت و دوزخ وغیرہ کو خلاف عقل کہتے ہیں۔ لیکن ان میں سے کوئی چیز خلاف عقل نہیں ہے اور ساری چیزیں صرف احادیث سے نہیں بلکہ قرآن کریم سے ثابت ہیں پس اگر انکار حدیث کی یہی بنیاد ہے تو منکرین حدیث کو سب سے پہلے قرآن کریم سے ہاتھ اٹھانا پڑے گا۔

وَاَعَادَ لِلّٰهِ ذَايَا صَمِّ مِّنْ ذٰلِكَ ۝۱۱۱ پھر یہ حیدہ اصولی طور پر انکار حدیث کی علت کسی طرح نہیں بن سکتا بلکہ اگر یہ علت ہر طرح صحیح بھی تسلیم کر لی جائے تو اس کی بنا پر صرف ان احادیث کا انکار صحیح ہو سکتا ہے۔ جن میں خلاف عقل امور مذکور ہوں۔ پس یہ کہاں کی دانشمندی ہے کہ حدیث کے چند احادیث کی وجہ سے ہر اور ذخیرہ حدیث بے اعتبار و بیکار قرار دیدیا جائے۔ کیا اس کی بیعت وہی مثال نہ ہوگی۔ کہ ایک شخص کے پاؤں میں اسور ہو جائے اور ڈاکٹر صرف پاؤں کاٹنے کے بجائے اس مریض ہی کا خاتمہ کر دے؟

منکرین حدیث کو جو دوسو سے پیش آئے ہیں میں نے ان کو مع جواب کے ذکر کر دیا۔ ممکن ہے کچھ اور دوسو سے بھی ان کے دل میں آئے ہوں لیکن مذکورہ بالا دوسووں سے آپ بخوبی افرازہ لگا سکتے ہیں۔ کہ منکرین حدیث کے دوسو سے کہاں تک قابل توجہ و انتفاع ہو سکتے ہیں۔ اور سمجھ سکتے ہیں کہ کیا کسی حاکم کا ایک لمحہ کیلئے بھی ان کی نامعقولیت، بودا، اور کمزوری میں شک ہو سکتا ہے؟ اس لئے ضروری ہے کہ ان کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔۔۔؟

(بقیہ مضمون اشارات و کنایات آمدہ از صفحہ ۷۴)

پھر یہ سوالات ملا دقتیانوس کے توجہ کے مستحق کیوں بنے۔ اس نے کہ یہ سوالات دقتیانوسی ہیں۔ اور دقتیانوسی چیزوں پر بلا شرکت غیرے ہمارا قصہ ہے پس ہم کی مجال ہے جو ہماری دقتیانوسی چیزوں پر سوالے ہمارے متنبہ کر سکے۔ زیادہ آداب۔

ہم ملا دقتیانوس نیز اسلام کے درمند مسلمان سے پوچھتے کا حق رکھتے ہیں۔ کہ کیا آپ نے ابھی تک اسلام کو نہیں سمجھا؟ آپ کے مضمون کے عنوان سے تو یہی ثابت ہوتا ہے۔ جائے پہلے اسلام کو سمجھئے۔ پھر اسلامی تعلیمات پر سوالات کرنے کے لئے قلم اٹھائیے۔ مگر میں آپ کی خاطر منظور ہے اس لئے ہم آپ کی اس فہمی کو بحث لفظاً و گاراستہ بتلائے دیتے ہیں۔ لیجئے تیار ہو جائیے۔ اب سوالات کی رسم اللہ شروع ہوتی ہے۔ جو رتائیں چار اٹھ عقول میں جائز تھیں گی۔ اور ہم دقتیانوسی سوالات ملا دقتیانوسی رنگ میں ہی جواب بھی دیں گے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

۱، شریعت آدم علیہ السلام کو خدا کی طرف سے کس زبان میں عطا ہوئی تھی جبکہ لکھنے پڑھنے کا رواج بہت عرصہ بعد آدم ہوا۔

جواب جیس نے اس زمانہ کی تاریخ قلم بند کی ہو۔ اُسے پوچھئے۔ آپ ہم جو پوری حدیثی دلائل سے پوچھتے ہیں جب ہم دقتیانوس ہوتے ہوئے اس سوال کا جواب نہیں دے سکتے۔ تو اور کون دے سکتا ہے۔ البتہ شیطان اس کا جواب ضرور دے سکتا ہے۔ (باقی فقرہ ملاحظہ فرمائیے)

بنگش سنی اور کلب علی شیعہ کی مباحثہ

بالخصوص بنجف کے متعلق تبادلہ خیالات

کلب علی - خوش باش بنگش کہ من معنشا طمہ مدوحہ باز آمدیم۔

بنگش - نشاط سرا یہ اب نشاط میں ہوں آپ کے یکم نومبر ۱۹۳۷ء کا بدنام نافرعام ارگردہ سر و چشم من نشینی نازت بکشم کہ ناز نبی (۔۔۔۔۔)

دیکھو نشاط پر نشاط دم اور تمہارے ردیف نقوی نے زیادت کر بلا کی میں لاکھ گناہ ترجیح برج بیت اللہ کا کوئی جواب شائع نہیں کیا یقیناً اس خیال سے کہ عام مسلمان ہمارے انسان پرستی اور عدم خدا پرستی کو محسوس نہ کر سکے اور نیز تم نے آیہ قرآنی کا بھی خوب مضحکہ اڑا کر اپنے ایمان کا جو ہر دکھایا ہے کتاب الہی کا فرمان۔

وَاللّٰهُ عَلٰی کُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ (کے تفسیر کو کیسے لطیف ہر ایہ میں ظاہر کر کے حق و باطل کا مظاہرہ دلائی۔ اور کیا خوب لکھا گیا جَاؤُا اِلَیْہِمْ فَمِنْ اِنۡہُمْ اِلَیْہِمْ حَاۡنَ شَرُّوۡا۔ اور آپ نے جو غلطی کا جملہ بھی نہیں لکھا کہ جس کو نقل کفر کفرنا شد پر محمول کرتے صدقہ ہوں آپ کے اس تفسیر و پذیر کا شیعوں کے اولین و آخرین کہ ان کو ایسے متقی تفسیر کا ملکہ حاصل نہ تھا۔

قدر شناس نئی رافضیہ خطا اینجالت) پس دور ہو مجھ سے ای دیر انسان غما۔ آپ کی کتابت نہ گانا خود کو گندہ ذہنی میں مبتلا کرتا ہے۔۔۔۔۔

کلب علی - روی گل سیر ندیدیم دہار آخر شد (ایسے جلدی بگڑنا۔

بنگش - دیکھ کلب علی قرآن مجید کا صریحاً اہانت کر نیوالا اور اسٹنٹ علی الکلفان کی ایت ربانی پر فقہ ہر لکھانے والا مذہبی قانون کے روستے جس سزا کا مستحق ہو سکتا ہے اس پر تو مجھے شہادت کے بعد سے قدرت نہیں تو بس سوائے اس کے اور کیا کیا جائے کہ ایسے ذلیل کا ذب نابکاروں سے واسطہ نہ رکھا جائے۔

کلب علی - ذرا ہمد سے مولا زاد کے عنایت علی شاہ نقوی کے ساتھ بھی قلم اٹھتے ملائیے۔

بنگش - ۱۵ مئی ۱۹۳۸ء کے صفحہ ۶۶۵ سے معلوم ہوا کہ شیخ غلام مسطورہ نشاط با جمال کے ساتھ ہم خیال

ہے اگر وہ جاہل ہے تو یہ باہول۔

فقوی رافضی۔ کیا تھ ملانے کا یہ طریقہ ہے، سچ ہے۔ پٹھان کا ہوت گھڑی میں دلی گھڑی میں جھوت۔

بنگش۔ ذرہ وار بدردولت استاد کے عارض ہوں۔ کہ کیا آپ بھی کسی مہذب و سوسائٹی بن بیٹھنے کے لائق ہیں اور کیا آپ کا اخبار بھی کسی شمار و قطاریں ہے نشاط کے لباس میں احمد کے دو کترین غلام راقم اور مدیر شمس الاسلام کی اہانت میں (نچت پنجاہی) (مہشت پستو پیشویا پسو) یہ کیا الفاظ ہیں اور ان کا مفہوم کیا ہے اپنے ویسے گزشتہ ترین میں نہ آسمان کے باوجود۔ مولانا محمد عبدالشکو کے ساتھ ہمسری کا دعویٰ کرنا شرم۔ شرم لیکن شرم چہ کتی است کہ پیش مرواں آید۔

رافضی نقوی۔ اسی بنگش سرکش مطلب کی بات بولا کرو اس تو تو میں میں سے کیا نازہ۔۔۔۔

بنگش۔ کاش کہ آپ کا عمل درآمدی مقولہ پر ہوتا میں نے آپ کے ناقابل ذکر حملوں کا جواب اس لئے ضروری سمجھا کہ تم نے بہ پیروی اپنے اجداد کے بلاوجہ نہایت غلیظہ گالیاں دے کر دروغ سفید بکھجوت سیاہ سے بھی پرہیز نہیں کیا۔ اور میری خاموشی سے آپ کہیں آئندہ اپنے صداقت کا پرچم نہ نہراؤ سننے جاتے۔

رافضی۔ یہ شخص اپنے کو مولوی خاوندہ کیا زادہ لکھ رہا ہے۔

بنگش۔ میں نے کبھی اپنے کو خاوندہ کیا زادہ یا مولوی نہیں لکھا حالانکہ خاوندہ بھی ہوں اور کیا زادہ بھی یہ تو اڈیٹر صاحب شمس الاسلام کی مہربانی ہے۔ جو معزز القاب سے یا د فرماتے رہتے ہیں۔ آپ کا کام تھا میرے مضامین کی تردید نہ کہ میرے زاد و یوم کی خوشگامی۔ اب آپ بھی اپنا نسب سن لیجئے۔

کتاب ریاض الانساب معروف بہ بحر الانساب ۲۲۵۷ء سادات نقوی۔ بہنٹی می شونہ بہ جعفر کذا ابن امام علی نقی۔۔۔ بقول مصنف بحر انساب اب مجھ کو تم جیسے کذاب زادہ کے ساتھ دست بگریبان ہونا کہا تنگ زیا ہے خواہ تم مجھے گنہم۔ بدنام نامز جام۔ وغیرہ جو کچھ چاہو لکھا کرو۔ دیکھ شریف انب رافضی تم نے اپنے اخبار بخت ۸ مارچ ۱۹۲۸ء ص ۱۰۰۰ کالم ۳ میں وہابیوں کے خدا کا عنوان قائم کر کے کیا کچھ لکھ دیا ہے کہ وہابیوں کے خدا کا کوئی عضو ایسا نہیں جو کتب و ہا بیہ میں نہیں نہ ہو اہو۔۔۔۔۔

تھ ہو تھسا رمی اس تحریر پر یہود و انصاری مشرک آریہ کوئی بھی ایسا ہندو یا دلی الطبع ہوگا جو تیرے یہ الفاظ خدا کے نسبت استعمال کریں۔ وہ سچے مذہب کے منوںے فکیف آنا۔

فقوی رافضی۔ بنگش خارجی کی ہزلیات کا جواب۔

بنگش۔ کسی خارجی کا وجود ہندوستان میں نظر نہیں آتا۔ خارجی کمنہوت تو غالب علیٰ شغل غالب پر بھی غالب آکر اس کو جام شہادت پلا دیتے ہیں پھر تم جیسے شیر قالیں کی کیا غیبت۔ اگر راقم الحروف قتل آپ کے

خارجی ہوتا تو اپنے عقیدے کو ذیل شعر سے ظاہر نہ کرتے سہ
 علی ولی خدا ہست یک نیست چنان
 کہ گفتہ اند چنیں را فضا دریں اشعار

یاد رکھئے کہ لفظ ولی میں اوس علی خلیفہ رابع کے نسبت استعمال کرتا ہوں جو کہ ہمارے خطبوں کے
 جمعہ بہ جمعہ زیارت میں درج تھا ہمارے علی کو میں اُسی نظر سے دیکھ رہا ہوں جس نظر سے تم اسیاب ثلاثہ
 کو دیکھ رہے ہو۔ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر۔

رافضی نقوی۔ علی کا نام سن کر۔ اُن مجھے ذات الصدر یا ذات الجنب ہو گیا۔ ہائے میرا سینہ جل گیا۔
 جنگش ہوئی لاطلی جملوں سے کیا میرے مضمون کا جواب ہو سکتا ہے۔ اور آپ بھی خود کو اڈیجران۔ اخبارات
 کے معزز فرقہ میں منسلک سمجھتے ہیں۔ سواجی واہ۔

رافضی۔ تم نے میرے مرقومہ آیت (ان اللہ ھو مولیٰ وجبریل وصالح المؤمنین) اس سے محروم
 ہے۔ دیکھو تفسیر در مشور جلال الدین سیوطی۔ یعنی محمد علیہ السلام کا خدا مدگار اور جبریل اور صالح المؤمنین
 یعنی علی جواب نہیں دیا۔

جنگش۔ میں کہتا ہوں کہ صالح المؤمنین سے مراد صدیق اکبر ہے نہ علی جلال الدین جلیب مصنفین کے اسماء
 کو لکھنے سے آپ بری الذنب اور میرے اعتراضوں سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتے۔ ایسے سینکڑوں فریب خود
 وہ مسلمان گذر چکے ہیں۔ جنہوں نے یا حسن ظن یا عدم تدبر یا عدم مطابقت با کتاب و سنت یا طمع نفسانی
 و یا فخران اکاہی بر عقائد راویان ترویج کے جمع کرنے سے دریغ نہیں کیا ورنہ اصل معنی اور مراد صالح المؤمنین
 سے وہی ہے جو تفسیر کثاف کے فاضل مفسر نے لکھ دیا ہے (صالح المؤمنین) من صالح من المؤمنین
 یعنی کل من آمن و عمل صالحاً پھر یہ تو بتائیں کہ تم نے علی کو پیش کیا اور میں نے صدیق اکبر کو تو آپ کا
 قول کیوں صحیح ہو اور میرا کیوں غلط۔ علاوہ بریں تم نے میری پیش کردہ قرآنی دلیل (فلا کاشف لہ الا ھو)
 کو چھوٹا لک بھی نہیں ان سارے نقلی دلائل کے علاوہ چند ایک عقلی دلائل ہوش بواہی ہمارے موید ہیں۔

اول۔ خلافت حقہ سے بقول تمہارے محروم کئے گئے۔

دوئم۔ مذک حصین گیا۔ جس سے آپ کا مولا وغیرہ آل ابوطالب فقرا و مسکنت میں مبتلا ہو گئے۔

سوم۔ خلافت پر جب ممکن ہوئے۔ تو حسین بنی امیہ نے اس کا قاتلہ تنگ کر کے یہاں بے دست و پا کر
 کر دیا۔ کہ غالب علی کل غالب نے خطاب مستطاب کو خشر غلط کی طرح مٹا کر ایک فتح پر بھی اس کو ذامیٹ نہ ہوئے
 دیا حتیٰ کہ اسی رنج و اندوہ میں ایک سر باز خارجی کے ہاتھ سے جام شہادت پی لیا۔ اور پھر چند سالوں کے

اندر اندر آنجناب کے آرام گاہ کے قریب ۵۵ میل کے فاصلہ پر مقام کربلا میں ستر بہتر ٹک بیٹوں پوتوں وغیرہ خدا کا رال کو ذبح کر ڈالے ان واقعات ہائلہ میں ان سے ذریعہ مشکل کشائی کا ظہور نہیں ہوا۔ تو پھر بالبعد کے زمانہ میں قرنہا قرن سے خیالی مشکل کشا کہاں سے پیدا ہوئے اور ان واقعات مذکورہ کے بالمقابل کیا کوئی دینی عقل انسان اس امر کو قبول کر سکتا ہے یہ تو وہی معاملہ ہوا۔

تو کارزمین را نیکو ساختی

کہ با آسمان نیز پر داختی

ان سب کے علاوہ اسی قرآن میں مدنی صحابہ کو خدا نے تقاضے نے انصار کا خطاب دیکر جا بجا ان کی مدح سراہی کر کے اپنی خوشنودی کا اظہار فرمایا ہے تو پھر اندریں حالت آپ کو اپنے مدد کے لئے کیوں نہ پکارا جائے بلکہ یا انصار محمد المہدی۔ اور یہ آپ کو ماننا پڑے گا۔ کیونکہ مولیٰ کے تو کوئی معنی ہو سکتے ہیں۔ مثلاً۔ آقا۔ خلاص مددگار۔ یار۔ ہمسایہ۔ وغیرہ لیکن انصار کا معنی خالص مددگار ان ہی ہے۔ دیکھ کسی نام نہاد صوفی کے ابیات خانہ ساز کے طرف نہ بھاگنا کیونکہ بمطابق قرآن کسی کا قول قابل قبول نہ ہوگا ذرا بتائیں تو ہوسکتا ہے مشکل کشائی کے کون سے مقامات ہیں۔ کہ جن میں مولائے حقیقی کو چھوڑ کر آپ کے بے کس و بے سب مولا کو پکارا جائے نقوی رافضی۔ کیا یعقوب علیہ السلام نے فراق فرزند میں یا اسفلی علی یوسف نہیں کہا۔ کیا ہائے کہنا منافی متبرک باوجودیکہ صبر جمیل کا اقرار بھی کیا تھا۔

بنگش۔ اس کا جواب اپنے رسالہ ظلمات محرم میں مفصل دے چکا ہوں یہاں پر گنجائش نہیں صرف اس قدر اظہار کئے دیتا ہوں کہ اسراٹیل علیہ السلام کے حوالے سے اپنے اور اپنے قوم کو مت شرماء۔ آنحضرت اسی کیساتھ متصل فرما چکے ہیں (انما شکوا شی و حزن علی اللہ) ان کے بیت الحزن میں تو آپ رافضہ کی طرح عاشقنا اور معشوقانہ ہم گھٹانہ تھا۔ کیا آپ کے لیائی ما عاشورہ میں نازنینوں کا۔

یا محمد زلفہا کے تار تار

بہ کجا بیخی کیے باغ و بہار

کا نمونہ۔ وغیرہ وغیرہ نہیں چہ نسبت خاکرہا با عالم پاک

نقوی رافضی۔ جب اپنا کوئی بچہ یا بھائی یا عزیز مر جاتا ہے تو سب کچھ کر رہے ہیں یہ جواز عدم جواز جلال ہر اک سب کچھ امام حسین ہی کے نام پر یاد آتے ہیں۔

بنگش۔ یہ سب کچھ درست اور بالکل ٹھیک۔ لیکن غم چہ روز کا حالت تو بالکل دگرگون ہے آپ کے مذکورہ حالات میں تو غم رسیدہ مردوزن اس حد تک آپسے سے باہر ہو جاتے ہیں کہ بددوران غم خورد و نوش ان پر حرام ہے

ہو جاتا ہے۔ بالقابل آپ اور آپ کا تہذیب شکم آج محرم کی ہر تاریخ ہے، آنے والی رات میں جس کے فروانی قیامت خیز ہیں۔ وہی زادہ منصور خدا پور اہلیا سنہ تمام خولیش واقربا جام شہادت پیٹنے والے ہیں باوجود اس علم یقینی کے آپ اس رات کو کیسے گزارتے ہیں۔ فرنی۔ قورمہ۔ ہلاؤ۔ حلوہ۔ متجن۔ سیویاں۔ پرانے چائے۔ لیکٹ۔ کیک۔ شربت۔ لیمونڈ۔ روز وغیرہ کسی عید کی رات یا شاہانہ برات میں وہ نعمتیں سیر نہیں ہو سکتیں۔ سوائے وہم عاشورہ کے اور آپ ہیں کہ ہل من مزید کا نعرہ لگاتے ہیں۔

از گریباں چپا کی دشوور و نمود وزیر لیشان حسائی ظاہر چہ نمود
ایں چہ غم باطن ہائی ممتلی یاسین و یاعباس و یا علی
بیک در باطن نہ این غم ہائے شان نے الم ہاونے، اتم ہائے شان
از برائے حظ و نیا ہی ذنی نے سلال و نے حرامش ویدی

نقوی رافضی ۱۔ بابا کیا تم اور کیا تمہارے قل اعوذی منہ بھٹ ملا۔

بنگش۔ شاید آپ کے امانوئے قرآن میں سور تہائی موعودین۔ موجود نہیں اسلئے آپ قل اعوذی ملا لکھ کر تسخر اڑا رہے ہیں۔ اور نیز مجھے اپنا بابا بنانے سے معاف رکھو۔ تمہارے لئے وہی مذکورہ جعفر کافی ہے نقوی رافضی۔ چل دور ہو فریب کس کو دیتا ہے تیرے خیال میں تمام لوگ ہنگو کے خارجی پٹھان ہیں وہی عبادت استقصاء الانہام۔ اس میں اہل سنت کا دعویٰ لکھا ہے۔

بنگش۔ مرا خواندی و خود بدام آمدی منظر بختہ ترکین کہ خام آمدی

والحمد للہ کہ تم نے خود تمہارے اعتقاد کو بھی رافضی تسلیم کر لیا۔ یعنی بقول فاضل مصنف استقصاء الانہام (اہل سنت) معتقد نقصان آسوز (یعنی قرآن را) خارج از ایمان پندارند بیشک اہل سنت یعنی مسلمانوں کا یہی دعویٰ اور یہی عقیدہ ہے جو سلطوہ بالا میں تحریر ہوا۔ اے جاہل رافضی خود مان لیا یا کہ نہ جن وہ جو میرے چہا کے لئے نقوی رافضی۔ اول حدیث پوری نہیں۔ دوم نقل جی غلط۔ سوم معنی بھی غلط۔ خارجی صاحب اختیار کس لفظ کے معنی ہیں۔ یہ تو صاف ہے کہ خدا نے بنی و علی و فاطمہ علیہ السلام کو پیدا فرما کر کچھ امور ان کے سپرد کئے وہ حلال کرتے ہیں جنہیں چاہتے اور حرام کرتے ہیں جنہیں چاہتے ہیں اور یہ بالکل درست ہے۔

بنگش۔ او جاہل بلکہ ایو جاہل بلکہ جاہلوں کے مورث اعلیٰ ۱۔ ۱۔ نہ کچھ اعتراض اٹھا کر لکھ دیا نقیان کو تو تم نے حرف بہ حرف مان لیا پر جواب کیا ہوا۔ ہاں یہی کہ اپنے جہالت کا ثبوت دیکر لکھ مارا کہ اختیار کس لفظ کا معنی ہے۔ سنو اور اپنے ناظرین اخبار کو بھی پہنچا کر اپنی جاہل مرکب اور احسن کو پیش کر کے آئینہ کیلئے اقر و اخر سنو۔ دیکھ مبرے پیش کردہ حدیث کافی کو تم نے بھی در بخت (ہاں یہی لکھ کر) کالم ع میں لکھ دیا ہے

اور خصوص امور صالحہ الیہم۔ تم نے لکھا خاریجی صاحب اختیار کس لفظ کا معنی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ سی عربی جملے کا معنی ہے۔ جو اوپر درج ہے۔ خصوص تقویٰ سے ہے۔ اور اس کا معنی محنت کے واسطے بخیہ پیش کرتا ہوں (تقویٰ سپردن و بازگذاشتن کا خود را بکسے) عنایت و اہرے آپ کی حماقت اور اس پر دعویٰ مباشرہ و منافرت با مولانا عبدالشکور فرغام اہل سنت لیاقت ہو تو ایسی ہو اہا ہا۔ اہو ہو ہو۔ اور آپ کا یہ اقرار کہ نبی و علی و فاطمہ علیہ السلام کے سپرد بے شک کچھ امور تھے اور جس کو چاہتے حلال کرتے اور جس کو چاہتے حرام اس میں بھی تم نے مرے وارد کردہ اعتراض کو تسلیم ہی کر دیا ہے۔ پھر جواب کیا ہوا۔ غالباً اسبہر جو سر بستر راز ہے وہ یہی ہے کہ قرآن کریم کی اخفا کو جائز قرار دیا جاوے۔ یعنی بنی کریم علیہ السلام نے تو (با خواہنا نازل) پر عمل کیا اور شیعہ علی صاحب نے بدوران اپنے حکومت و تسلط کے نہ اس اصل قرآن کو ظاہر کیے رائج کیا اور اپنے مومنین بلکہ اولاد طاہرین کو اس سے متفیض فرمایا۔ کہ جن کی پیروی سے کوئی نہ ہند (بن جاتا اور کوئی متہدی اس پر اعتراض کیا کیونکہ آنحضرت (صايشاؤن) میں داخل ہے نظامی انرجہ نے تو۔

نہ گوگرد سرخی نہ پیل پسید

کہ جو نیدہ از تو بود با امید

گھم مار لیکن اس نایاب تیرے جزو اکبر کو فراموش کر دیا۔ جاہل کے جوابات بھی بارہ سنگی کو سنگ جیسی ہوا کرتے ہیں۔ جس کے ذریعہ خود چھن جاتے ہیں۔

فقوی رافضی۔ سنئے بعض مسلمانوں نے رسول سے دفاع کی جنگ اندوچنین سبھاگ گئے تو ان کے فعل کی بنا پر آج جو مسلمان بھی رسول کا نام لیا اور کلمہ گو ہو گا منافق کہیں گے۔ بندہ جتو ان۔ بنی کو جنگ میں تنہا چھوڑ کر بھاگ جانے والے شیعہ ہوں یا سنی۔ منافق اور مرتد ٹھہرے۔

نیگش۔ دیکھ بد زبان رافضی۔ اول تو تم کو آدم علیہ السلام کے متعلق اس آیت کا نازل ہونا۔ تسلیم ہو گا۔ (فصلی آدم دیکھ فحوی) باوجود اس کے اللہ کریم اس کی اصطفائی فرمائی۔ یعنی برگزیدہ کیا۔ دوئم۔ آپ کا امام یونس بنی کو گناہ گار اور خطا کار ٹھہراتا ہے۔ لیکن باوجود اسے صریح شہادت امام کے ملاحظہ ہو حیات العلوی جلد اول ص ۳۶۶ خدائے تعالیٰ نے اس کی اجتبا فرمائی۔ یعنی برگزیدہ کیا۔ ایضاً۔ جلد مذکور صفحات ۴۴۵ و ۴۴۶ و ۴۴۷ و ۴۴۸ و ۴۴۹ میں سلیمان۔ موسیٰ۔ یعقوب۔ یوسف علیہ السلام کے نسبت بھی آپ کے ناموں کا فتویٰ ہے۔ تو کیا آپ ان کو بھی مدفن و تشیع بناتے رہیں گے۔ حاشا و کلاتو اسی طرح اگر ائمہ چھوڑا صحابہ سولہ آخر الزمان کو اسی قرآن میں مذکورہ نعرہ شہادۃت پر پابند رحمان کی طرف سے محفوظ ثابت کرتے گئے۔ تو کیا تم بدستور ان کو منافق اور مرتد کہنے رہیں گے۔ سچ ہے۔ اگر مسلمانوں میں پہلے کی طرح غیرت دینی اور محبت اصحاب ائمان نہ رہے۔ رسول مدنی علیہ السلام و تائید جیسے دشمن دین منافقین کو الیہ

بر لا گائیوں کی جرأت نہ ہوتی حالانکہ سالہا سال سے تم اس قسم سے غدر خوری کر رہے ہو۔ اچھا اب تم بھی اپنے مسئلہ واقعات سنو۔ بعض پیشوایان دین نے خدا سے سرکشی اور دغا لگی۔ نور محمد کو اہل اسلام سے چھپا کر امت مری کو اندھیرے میں چھوڑ رکھے ہیں خدا لگتی کہنا کہ قابل قاتل بائیل کا گناہ بڑھ کر کیا ہے۔ ناسخین کا علاوہ از منافق ہونے کے بقول امام باقر کتاب کی آیات الہی کا چھپانے والا کافر مرتد ہے انکار ہوتا تو بوجہ یا مثلاً ایک شخص شیر دل دنیا میں لاثانی نہ کہ مثل اور ممکن نہ ہو۔ اور جن و شر میں کوئی اُدسکے عاصمت کا مد مقابل نہ ہو باوجود ان تمام صفات بے نظیر کے اسی کے سامنے اسکی محصورم او پاک دامن بی بی کو مار مار کر اس کا حمل گرایا جائے۔ اس پر بھی اس کو صبر نہ ہو بلکہ اس کے معجزہ بی بی کو اس سے یہ جبر و اکراہ چھین کر اپنی جعالہ نکاح میں لئے آئے اور یہ سب حرکات شیعہ تو بہ تو بہ ایک منافق اور مرتد کی طرف سے ظہور میں آئے اب اس کو کیا کہا جاوے کیا جو پاؤں میں بھی سوائے ایک کے کوئی ایسا بے حیثیت ہوگا۔ اور یا مثلاً کوئی دعو بدلہ و علم بردار امامت حکم دے (اضربوا لہ و لہ علیہ صا حیفہم انا کلام اللہ فاطق) اور دشمن دین و ایمان کلام ربانی کے ساتھ ایسے حقارت و پیش آنا۔ تنوہ بنی اُمیہ ہوں۔ یعنی ہاشم مرتد اور خارج از اسلام ہو جایا کرتے ہیں (بھاگومت ای گمراہ فقیہ فریت افغان تو ندیدی ہنوز

تخ ندیدہ و دودیدی ہنوز)

نقوی رافضی۔ رسول کے اصحاب تقیہ کرتے تھے۔ ملاحظہ ہو سیوطی کا تفسیر درمنثور پھر تنہا رہے غنہ او میں اصحاب رسول منافق تھے ناں۔ پھر کہیں بکتے ہو۔ کہ شیعہ صحابہ کو گالیاں دیتے ہیں۔ آپ وہابی ہے ناں (استغفار وہابی) اصحابوں کو گالیاں دے رہا ہے۔

نگش۔ سیوطی کا ہمارے نزدیک کوئی ایسا قدر اور وقت نہیں کہ جس کے منقولہ کو آپ سند پیش کر رہے مختصر خواب آپ کے اس شہیق وزیر کا یہ ہے کہ جس مذہب میں تقیہ کو جزو مذہب جان کر عمل پھیرا ہوں خواہ سنی ہو خواہ وہابی خواہ شیعہ خواہ قادیانی خدا نے تعالیٰ اس کو محذوم کر دے۔

نقوی رافضی۔ جب کہ حضرت ابو بکر نے پہلا خطبہ حرم ہیں۔ یہ آواز بلند پڑھا تو اسی روز سے ہم تقیہ کو چاہتے سمجھنے لگے کیونکہ ظالم ابن ربیعہ کے ہاتھوں اس بلند آغلی کا نتیجہ کچھ اچھا نہ نکلا۔

نگش۔ اے خداوند تو انا آپ کے قدس متناہی کا کون سی زبان سے تعریف کروں کہ کس طرح نامعلوم طریقہ سے آپ نے دشمن صحابہ کو یک دم قائل کر دیا۔

نقوی رافضی۔ قرآن میں متع کا حکم موجود ہے (فما استمتعتم بہ منہن فاتینہن اجورھن) نگش۔ اس کے مفصل جواب کا اس مختصر مضمون میں گنجائش نہیں انشاء اللہ تعالیٰ کسی وقت

میں اس کا ایسا مدلل جواب عرض کر دینگا۔ جو موجب فرقہ اعمین ہوں اس موقع پر پس ہی کافی ہے کہ منتہی آپ کو اور آپ کے ابا و اجداد کو مبارک ہو۔

نفوی رافضی۔ بی بی عائشہ حضرت علی کی حقیقی والدہ تونہ تھی۔ بلکہ حکم قرآن شرعی تھی اور جب کہ قرآن مجید میں ازواج رسول اللہ (و قرآن فی بیوتکم) کا حکم مل چکا تھا۔ اور اس نے اس حکم کا خلاف کیا تو والدہ کیسی ہوئی۔

بنگش۔ اس سے مراد ہے کہ حسب دستور و رواج سابق بے پردہ آزادی کے ساتھ مست پھر کر دو۔ اپنے گھروں میں رہو۔ تو کیا آپ ثابت کر سکتے ہیں کہ اس حکم میں امورات دینی بھی شامل ہیں یعنی مسجد نبوی میں جانا یا جہاد میں اپنے محرم کے ساتھ نکلنا یہ سب امور متوجع اور اس حکم قرآن فی بیوتکم میں داخل ہیں۔ اگر میں تو کیا یہ امر جائز تھا۔ کہ حیدر کر لانا اپنے واجب التحظیم بی بی کو گدھے پر سوار کر کے سینیں کو انگلیوں سے پکڑ کر دو تین دن تک مدینہ کے گھر گھر پھرتے رہے کہ خدا کی واسطے مجھ کو امیر تسلیم کر لو۔ لیکن کسی نے منظور نہ کیا۔ اگر بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا نے عمل نہ کیا تو بھلا جنت خاتون کو تو چاہی تھا۔ کہ حکم خدا پر عمل پیرا ہوتی اور یا ان کو اس حکم سے آزادی تھی۔ جو شخص بھی بی بی عائشہ وغیرہ ازواج نبی کو اپنی والدہ کے مانند نہیں سمجھتے تو وہ مومن ہی نہ رہیگا۔

نفوی رافضی۔ زمین کو لرزہ بر اندام نف تیری اردو نویسی پر۔

بنگش۔ آپ کا اعتراض بجا جو چشم کیونکہ میں اہل زبان نہیں مگر شریف زدے ذرا یہ تو بتا دو کہ آپ کے اخبار در نجحت ۱۵ اکتوبر ۱۹۲۸ء تک کالم اول میں (مادیاں انجم کی منہ زوری) جو درجہ تو کیا اس لایمینی فتنہ پر مجھے جائز نہ ہوگا۔ کہ تیرے اس اردو نویسی پر گتے سے پیشاب کدوؤں۔ باوجود اظہار اپنے کہ درمی کے

میں کہتا ہوں کہ میرا ۱۰۰۰ زمین کو لرزہ بر اندام (والافتقر بالکل صحیح اور درست ہے۔ دیکھو غیاث الغائب راندام مطلق عضو فاسد و مجازاً تمام بدن لہذا۔ اندام گل داندام کوہ و اندام آفتاب ہم آمدہ۔ پتھر پڑے تیرے جیسے خالی زمین یوم شوم پر جو اعتراض کے نزاعیت پر بھی نہیں سمجھتا اور سن کے تیرا ہم مذہب ایرانی کیا کچھ گاہ ہے۔

طالع داروم کہ ازپئے آب
چوں روم سوئے بر گرد و
گرد و رخ روم پئے آتش
آتش از بچ ضرر نہ گرد و
در زکوة التماس سنگ کنم
سنگ نمایاب چوں گد گرد و

غیاث۔ التماس در فارسی سوال ادنیٰ اذ اعلىٰ۔۔۔۔۔ ذرا ایک چوگالیاں تو اپنے خویہاں غیاث

کو بھی سنا دو۔ اور ساتھ ہی قاضی شوستری کے انتہری کا بھی دلا دو۔ کہ اس نے اس غلط محاورہ کو اپنے مجالس المؤمنین کتاب میں کیوں درج کر کے مجھ جیسے گلوگیر کو تازیانہ لگانے کا موقعہ دیا۔ انتہاس اور وہ بھی غرضی روح پہاڑ سے اس موقع پر نشاط بانو کی طرح ایک دو قہقہہ لگا کر اپنے زندہ دلی ثبوت دینا چاہیے۔
فقوی رافضی۔ ہمارے تو ضرور کہتے ہو گئے۔ کہ ہنگو کا ایک بہائم خور چوپاؤں کی انتڑیاں کھاتے کھاتے عالم فاضل بن گیا۔ جسے تو شیطان کی انت سے مہا مضمون لکھ کر مگبوی سے دعائے عمر درازی لینے کا مستحق ہمارا دیکھا **صُفْرُ فِی طَعْمِا نَصْمُ یَعْمُہُون**

تبشیش۔ اور رافضی دماغ سوختہ بہائم خور انتڑیاں کھانا میرے کو نے مضمون کا چاہیے تف لغت ہو تم جیسے مدبران کینہ تو زہرا و احمق ہنگو میں مذکورہ خوراک تیرے بھائی بند آل ابو طالب اور افضہ یعنی شیعان علی کا ہے بحمد اللہ ابھی تک ہیں اس کا محتاج نہیں بنایا۔

فقوی رافضی۔ اسی وہ تہ آن ہی نہیں جس میں حسین نہیں قرآن کا تو دعویٰ ہے **لَا رَطْبَ وَلَا**
یَابِسَ إِلَّا فِی کِتَابِ صَبِیٔ کوئی خوشگئی اور تہی کا چیز نہیں جو قرآن میں نہ ہو۔ تو کیا حسین مخلوق خدا

باجہ نہیں۔
تبشیش۔ وہ بوعنی سینا کے اوستاد واہ پونے تین شیعان ہنر کے نمایندے آپ کے نمکٹہ بڑی کا کیا داود دن۔

جواب حضرت شاہ عثمان **جہالت و جہالت و جہالت**

شایا ش۔ تم نے محمد علی باب الہیاتی کو دوبارہ زندہ کیا۔ چاہئے کہ آپ کی رطب و یابس کے مسطورہ تفسیر جس کے رو سے حضرت حسین کو داخل قرآن ثابت کیا۔ زندہ ہو گیا۔ میں بھی داخل کیا جاوے اسے خرافہ پنجاب تیری، اس تفسیر کے بموجب تو گنیش کرشن۔ مرزائی، قادیانی تھے کہ کتے او بھگیا سب داخل ہیں۔ پھر مخصوص شرافت امام کیا ہوا۔ اس لیاقت پر بھی مباحثات کا چیلنج۔ ہم چاہتے ہیں۔ کہ۔
 ایسے جواب اور تفسیر فوسپی پر آپ کو مبارک باد دے کر آمینہ کیئے آپ کے سامنے ولیدہ اقدام سے پرہیز اور اعتدال اختیار کریں۔ مگر مجبوری ہے کہ آپ کے مضمون زیر بحث مندرجہ ذیل حضرت ارمیٰ علیہ الصلوٰۃ کے منزل مقصود تک پہنچا دوں۔ قرآن مجید کے مخالفت نے شیعوں کے دماغ کو کس طرح نور فراموش سے بے بہرہ بنا دیا ہے۔ کہ ایسے بے ہودہ گونہا بھی ان میں پرمیلا سے چل رہا ہے اور انہیں کوئی نہیں کہ اس جاہل مطلق کو ایسے خندہ آفرین جواب سے ممانع ہو اس کو انسانیت کا سبق سکھائے۔ شاید بلکہ غالیٹا۔ کامر کے ضلع ایک کے عظیم الشان مناظرہ میں مذہب شیعہ کی

بے نظیر فتح) ایسے ہی معقول جبرائیل سے ہوا ہوگا۔ باقی رہا (کتاب اللہ) و اہلبیت علیہم السلام تنفیذ کا
 (حتیٰ علیٰ الخوض) کا جملہ اور اس کا اخیر اس قدر بے سرو پا اور خلاف واقعہ ہے کہ جس
 کے متعلق کم از کم چار صفحات رنڈر کرنے پڑیں گے۔ جن کے اندر آج سے ڈرتا ہوں کہ کہیں پھر
 شیطان کی آنت سے آپ لذت گیر نہ ہوں۔ تاہم میں دعویٰ سے اور جرات سے کہتا ہوں کہ
 تمہارے امام اس قرآن سے تو بیزار تھے تو گویا لمن یتقرقا کا حکم ان کی طرف منسوب کرنا دورغ
 بنفروغ کو فروغ دینا ہے۔ اگر انکار ہو تو ثبوت کا مطالبہ کر کے ایک پرچہ عنایت کیجئے پھر اس کے
 بعد آپ کے برکت سے ناظرین یقین کو پتہ چلے کہ اہل بیت کون ہیں۔ اور شیعوں کا اپنا قرآن کون تھا
 نقوی رافضی۔ خواجہ و ذوالصب کا تو یہی عقیدہ ہے کہ رسول ایک ایلی تھا آیا چلا گیا۔۔۔۔

(یا نبی کارے ندایم یا اللہ اصنون)
 بینکشی۔ اے ایمان یافتہ رافضی میں نے تو کہا تھا (باخرش کارے ندایم یا علیہ السلام)
 تم نے اس کے مقام پر بی کر رکھ کر ایک فاسد عقیدہ کو اہل سنت کی طرف منسوب کیا۔ اگر تم میں
 ذرہ بھر بھی ایمان کی جھلک ہوتی تو استہزاء ایسے ہدیان نہ سکتے۔ تمہاری جہالت کی سینما کے
 پردوں کے جس قدر ہٹاؤ رہتا کہ اس سے دوسرا عجیب تر منظر آنکھوں کے سامنے آتا رہتا
 ہے اے کذاب بے خبر دلدل و حقیقت کوئی قابل عزت و وقعت جانور نہیں تم اپنے منہ پر ڈالنے
 کی طرف جس چیز کو منسوب کرتے ہو تو پھر دم نہیں لیتے جب تک اس کو پریسٹائیڈ کے ذریعہ آسمان
 تک نہ پہنچاؤ بیس سلوک تمہارا رضائی مشہدی۔ کما کچھ فرما گئے ہیں۔ حیات القلوب جلد اول ص ۳۶
 پس حضرت امام رضا فرمود کہ داخل بہشت نمرشوند از حیوانات مگر سہ حیوان حمار بلغم و سگ
 اصحاب کہفت۔ گرگ یساول۔ یعنی امام رضا صاحب کا حدیث ہے کہ بس یہی تین جانور جنت میں
 جائیں گے جو تحریر ہوئے باقی نہیں۔ مجھے اس مقام امام عالی مقام کو ایک گزارش کرتا ہے۔ کہ اے
 شیعوں کے امام ہشتم افضل از جملہ انبیاء و آئوم و معاذ اللہ کہیں یہ دیریدہ دہن نقوی آپ کو خارجی
 یا ناصبی کے خطاب سے مخاطب نہ کر بیٹھیں کیونکہ آپ نے صرف تین جانوروں پر چھڑ کر دلدل
 و الجناح۔ کو ان میں شامل نہیں کیا اور ان دونوں کی عزت کو جو ساہا سال سے رافضہ ہند
 و ایرانی کر رہے ہیں یک دم خاک میں ملا دیا اور اگر آپ کو بھی ہدف ملامت بنا کر کچھ بکوس کر گیا تو سب
 پہلے میں ہوگا۔ کہ اس پر (لعنت اللہ علی الکاذبین) کی آیت پڑھ کر واسطے رجم کے پھونک دوں
 رافضی سوچ کر جواب دینا کہ ایسی صورت میں مذکورہ گدھا۔ کتا اور بگیاڑ اچھے یا نیرا واجب التعظیم دلدل

فقوی افضی۔ کیوں صوفی بگوی یہ بگوی کچھ کہتا ہے۔ قرآن تو محبت و مودت کی تعریف کرتا ہے کہ کتب
 معرفت میں عشق و محبت ہی کو خدا رسی کا ذریعہ بتلایا گیا ہے کیا خدا و رسول اولیاد و احدیا سے محبت نہ
 ہو محب خدا و برگزیدگان خدا ہونا کفر ہے گناہ ہے شرک ہے بہر حال خارجی صاحب میں خدا کا شکر گزار
 ہوں کہ اس نے مجھے ایسے جاہل معنوں وغیرہ معقول گردنے نجات دی جس کی کوئی بات جی تو ان میں باقی آئینہ
 بنگش۔ باروں گھانا پھوٹے آنکھ۔ میں نے شیعوں کا محبت مفرط غیر معمولی کا ذکر کر کے اس واقعہ کا ذکر
 لکھا جو ضعیف و سخی ہر دو کتب و حدیث میں موجود ہے۔ اگرچہ آنحضرت مرشد جبرئیل سے اس فعل میں ایک
 غلطی بھی ہوئی تھی کہ باوجود ممانعت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کہ کسی حیوان کو زندہ آگ میں نہ جلایا جائے اور
 اس نے درجنوں شیعوں کا آگ میں زندہ پھینک کر فی النار و استقر کردیئے جس پر اس کے چوپڑا و
 بھائی عبداللہ بن عباس نے اعتراض بھی کیا تھا (خیر) یہ بات قابل اعتراض نہیں۔ کیونکہ محسوم تو
 تھے یہی نہیں بلکہ جیسا پہلے لکھ چکا ہوں کہ اولیاء اور آئمہ جائزہ ان خطا بزرگان دین ہوئے ہیں۔ اور
 شیعوں اماموں کو تو امام سمجھنا بھی درست نہیں کیونکہ شیعوں نے ان کو اس موجودہ قرآن کے مخالف
 ظاہر کر دیئے ہیں۔ (آدم بر سر مدعا و جواب شما) قرآن مجید میں خداوند کریم و حمید کا ارشاد ہے
یٰحٰیوٰنِ حَمْدٌ کَیْسَ لِلّٰہِ یعنی گمراہ دشمنان دین خدا اپنے بتوں۔ پیروں۔ اماموں
 پیشواؤں سے ایسی محبت کرتے ہیں۔ جیسے کہ خدا کے نیک بندے خدا سے کر رہے ہیں۔
 (اے دفعی تم کو عباس غلام ربکہ حمید رکرا کی قسم) کہ یہ آیت تم شیعوں کے حسب حال اور حرف
 مطابق ہے۔ یا کہ نہیں خدا گواہ اور ان کے کرامات کا تبیین کہ یہ آئیہ کہ یہ قطعاً تم لوگوں کے حسب
 حال اول سے نازل ہوا ہے۔ دیکھ قسم کھانا بخیر ظم خدا منع ہے۔ (فرع کا فی جلد ۱۵ ص ۱۵۴) امام باقر
 کا ارشاد ہے **(لَیْسَ خَلْقُہٗ اِنْ یَقْسِیْمُ الْاَبَا اللّٰہِ)** یعنی جائزہ نہیں کسی شخص کو کہ خدا کے سوا کسی
 ذات پر قسم کھائے اب اس کے بیٹے جعفر کا بھی سنو۔۔۔۔۔ **رَقَالَ لَا یُخْلَفُ اِلٰہِیُّوٰی وَلَا اَنْصَارِیُّ**
وَلَا الْجَوْیُّ (بخیر للہ) یعنی یہود۔ نصاری۔ مجوس۔ اب اللہ پر قسم کھاتے ہیں۔ اب
 اپنے گریباں میں منہ ڈال کر عقوڈی دیر کے لئے خدا کی طرف متوجہ ہو کر سچ سچ کہنا کہ ہر ایک رافضی کا
 خواہ وہ پٹھان ہو یا پنجابی یا جو بھی ہو۔ علی۔ عباس حسین کے سوا و زمرہ قسم اٹھاتے وقت کبھی خدا
 کا نام بھی لیتے ہیں **(وَجِئْتُمْہُمْ کَتَابِہِ)** اسی کو کہتے ہیں (فوٹ) کسی بگوی زندہ کذاب زندہ کو مناسبت میں کہ
 دوسرے کو بگوی و غیرہ لکھ کر دے ہوئے مشکوٰۃ نکال کر رافضیہ کے سوا غیر عازوں کے دماغ نا
 آشنا و نامرز کو ان سے معطر کر نیکام موقعہ دین استہرٹے سمجھ پر رافضی کے کچھ نہیں سمجھتا (مفصل)
 غلام احمد خاں بنگش از ہنگو ضلع کوٹا

فرواہل حدیث کا نامہ تحریفیہ اقبال

اور اس کے چند دلچسپ نمونے

(بلسد اشاعت گزشتہ)

(۲) حقیقتہً الفقہ کے صفحہ ۴۸ پر لکھا ہے۔ ملامعین حنفی اپنی کتاب دراسات البیہ مطبوعہ لاہور کے صفحہ ۲۲ میں لکھتے ہیں۔ مورخ عن الامام ابی جعفر الصادق انہ قال لا بی حنفیۃ بلحنی انک لقیس لقیس خان اول من قاس ابیس۔ ترجمہ ۱۔ روایت کی گئی ہے۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے امام ابو حنیفہ سے کہا مجھ کو خبر ملی ہے۔ تم قیاس کرتے ہو۔ قیاس مت کرنا کیونکہ اول اول جس نے قیاس کیا (رض کے مقابلے میں) وہ ابیس ہے۔ یہ ایک نہایت گہرا فریب ہے۔ ایک سادہ لوح مسلمان کا ملامعین کے مقدس نام پر اس کے ساتھ حنفی کے وصف کو دیکھ کر اس روایت پر یقین کر لیتا یقینی ہے۔ حالانکہ یہ شخص رافضی العقیدہ تھا جو حنفی مذہب کو ضرر پہنچانے کے لئے حنفیت کے لباس میں جلوہ گر تھا۔ جیسے کہ روافض کا قاعدہ ہے کہ تقیہ کر کے اہل سنت بن جاتے ہیں۔ اور اہل سنت کو نقصان پہنچانے کے لئے ان کے خلاف عقائد کی اشاعت کیا کرتے ہیں۔ مولانا شاہ عبدالعزیز نے اپنی کتاب تحفہ اشاعہ شریعہ میں رافضی کے مکائد میں ان کے اس موروثی فریب کا ذکر بالتفصیل کیا ہے۔ اس فریب کا مورث اعلیٰ روافض کا بانی مذہب ابن سبغہ تھا جو یہودی الاصل تھا اور اس نے محض اسلام سے انتقام لینے کے لئے مسلمان بن کر اپنا نام عبداللہ رکھا۔ اور اس نئے فرقے کی بنیاد رکھ کر اسلام میں تفرقہ ڈال دیا ہے۔

شیخ خود ہیں کہ باسلام برآمدنا مش

نیست حیز قاعدہ زرق وریا اصل مش

کتاب دراسات البیہ کو مشتبہ شخص کی تالیف ہونے کے باوجود محض احناف آزادی کی غرض سے شیخ اکل نے یہی مرتبہ لاہور میں چھپوایا تھا۔ جس کا تفصیلی حال ہم کسی دوسرے موقع پر کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔ عرض یا خود مؤلف حقیقتہً اللعقہ نے حسب عادت دراسات کی عبارت کو کتر بہت کر کے نقل کیا ہے اور اس رافضی نے اصل روایت میں تصرف کر کے ایک بد نما انداز میں لکھا ہے۔ بہر حال واقعہ کی اصل صورت وہ ہے جو امام عبدالوہاب شعرائی نے کتاب المیزان جز اول صفحہ ۵ پر تحریر فرمائی ہے وہی ہذا۔

دکان ابو مطیع بقول کنت یوم سند الام ابی حنیفہ ابو مطیع در بیان کرتے ہیں کہ ایک روز میں جامع کوذیں ابو حنیفہ فی جامع الکوفہ داخل علیہ سفیان الثوری ومقاتل کے پاس بیٹھا تھا اتنے میں سفیان الثوری ومقاتل بن حبال اور

۱۔ جہان و صحابہ سلمہ و جعفر الصادق
 ۲۔ فکرو الامام با حقیقتہ و قالوا قد بلغنا انک کنشی
 ۳۔ اھلیاس فی الدین و انما خاف علیک منہ فان اول
 ۴۔ من قاس اھلیس فناظرھم الامام من یکسر یخار
 ۵۔ و لھتہ الی الزوال و عرض علیہم مافی ہیکہ و قالوا
 ۶۔ اقام الھل بالکتاب و السنۃ ثم یا قضیر الصحابۃ
 ۷۔ متقدما ما اذفقو علیہ علی ما اختلفوا فیہ
 ۸۔ و حینئذ اقیس فخاصو اکھم و قبلوا بیدہ
 ۹۔ در کبیتہ و قالوا لہ انت سید العالم فاعط
 ۱۰۔ عنا فیما مضی صامن و قیعتنا فیک بغیر علم
 ۱۱۔ قتال غفر اللہ لنا و لکم اجمعین

(الافعال و صحیحہ)

۱۔ حماد ابن سلمہ اور جعفر صادق انکے پاس آئے پھر انھوں نے
 ۲۔ امام ابو حنیفہ کے ساتھ گفتگو کر کہا میں معلوم ہوا ہے کہ آپ نے
 ۳۔ میں قیاس شریعت کرتے ہیں اس سے ہم تمہارے حق میں
 ۴۔ اندیشہ کرتے ہیں کیونکہ سب سے پہلے جس نے قیاس کیا تھا وہ
 ۵۔ اھلیس ہے تو انہوں نے ان سے روز جمعہ کے پہلے سکوڑا لیا
 ۶۔ تک بحث کی اور ان کو اپنا مذہب بتایا۔ اور کہا میں ہر مسئلے
 ۷۔ میں پہلے عمل بالکتاب السنۃ کو مقدم رکھتا ہوں پھر صاحب
 ۸۔ فیصلہ کی کوئی چیز اور اگر کاستحق فیصلہ کو مختلف فیہ ہو تو مقدم
 ۹۔ رکھتا ہوں۔ تو سب حضرات اللہ کھڑے ہوئے اور انھوں نے امام
 ۱۰۔ اعظم کے ہاتھ اور دیکھتے ہوئے اور ان کے ہاتھ پر ستر میں
 ۱۱۔ بسنیم کر دہ قصو معاف فرمایا یہ سویم سے سزد ہو کہ بلا علم آپ

کے عیب گری کی تو انہوں نے فرمایا اللہ تم کو آپس کو معاف کرے
 ۱۔ حقیقتہ الفقہ کے صفو، اپر لکھا ہے۔ ہمارے برادران احناف اکثر فرمایا کرتے ہیں کہ فقہ حنفیہ امام صاحب
 ۲۔ کے زمانے میں بڑے اہتمام سے تدوین ہوئی تھی چنانچہ مولانا شبلی نعمانی اپنی کتاب سیرۃ نعمان مبلووع مجتہدین
 ۳۔ میں تحریر فرماتے ہیں کہ (فقہ کی تدوین کا طریقہ یہ تھا کہ کسی خاص باب کا کوئی مسند پیش کیا جاتا تھا اگر اس کے
 ۴۔ جواب میں سب لوگ متفق الراء ہوئے تو اسی وقت قلمبند کر لیا جاتا تھا۔ الخ ایضا مست پر بکھتے
 ۵۔ ہیں کہ امام محمد۔ امام طحاوی۔ قاضی ابویوسف امام زفر۔ یحییٰ بن ابی زائنا۔ حفص بن غیاث۔ سندل
 ۶۔ جہان وغیرہ وغیرہ امام صاحب نے ان کی شرکت سے ایک مجلس مرتب کی اور باقاعدہ طور سے فقہ کی تدوین
 ۷۔ شروع کی۔

۱۔ مؤلف حقیقتہ الفقہ نے یہ دو بار میں منسوب شبلی لکھا کہ ان پر اعتراض شروع کر دیئے خود ہی اپنی مرضی سے
 ۲۔ تحریفات کا قلعہ بنالیا۔ اور خود ہی اس پر گولہ باری شروع کر دی واہ رحمہ غیر متقدمی تیرے کرشمے لہو
 ۳۔ جیسے سے ایک اعتراض یہ ہے کہ امام طحاوی سلمی میں پیدا ہوئے ابن خفصکان جلد
 ۴۔ و کانت ولادۃ سنۃ ثمان و ثلاثین و مائتین ان کی شرکت بھی اس مجلس میں
 ۵۔ جو سال ۱۱۰ میں مرتب کی گئی۔ کیونکہ ممکن ہے جبکہ ان کا وجود ہی اس عالم میں
 ۶۔ ایک تلوستر سال بعد ہوا۔ شاید ان کی شرکت بھی روحانی طریق پر ہوگی۔ انتہی غلط

ناظرین :- اس عبارت میں آپ کو دلاوت - کہ جو وجود ہی ہوا دغیر مصداق ابو بکار یونین کی طرف متوجہ ہوئے کی ضرورت نہیں کیونکہ یہ قلمی کمالات تو اہل حدیثوں کے جو اسر خصوصی سے ہیں بلکہ اس وقت تو ضرورت اس بات کی ہے کہ آپ سیرۃ النعمان کی اصلی عبارت کو سامنے رکھ کر وہاں دبیس کے اس چور کو پکڑیں جس نے بیچارے شبلی کی تاریخ دانی کو ناقص و اغدار بنانے کا ظلم کیا ہے۔ اس عبارت کے دوسرے ٹکڑے کے اصل الفاظ سیرۃ النعمان میں یوں ہیں۔

اس غرض سے انہوں نے اپنے شاگردوں میں سے چند نامور اشخاص منتخب کئے جن میں سے اکثر خاص خاص فنوں میں استاذانہ تسلیم کئے جاتے تھے۔ مثلاً یحییٰ ابن زریہ - حفص ابن غیاث - قاضی ابو یوسف - داؤد الطائی - حباں - مندل - حدیث و آثار میں نہایت کمال رکھتے تھے امام تھمقوت استبناط میں مشہور تھے۔ قاسم بن معن اور امام محمد کو ادب اور عربیت میں کمال تھا امام صاحب نے ان لوگوں کو ایک مجلس مرتب کی۔ اور باقاعدہ طور سے فقہ کی تدوین شروع ہوئی امام طحاوی نے بسند اسد بن فرات سے روایت کی ہے کہ ابو حنیفہ کے تلامذہ جنہوں نے فقہ کی تدوین کی چاہی تھے امام طحاوی نے یہ بھی روایت کی ہے۔ کہ کھنے کی خدمت یحییٰ سے متعلق تھی۔ اور وہ تیس برس تک اس خدمت کو انجام دیتے رہے۔ انتہی ؟

ناظرین :- آپ نے دیکھ لیا کہ ان سطور میں امام طحاوی کا ذکر کس حیثیت میں ہے آیا شریک مجلس میں ان کا نام مذکور ہے یا روایان اخبار کی حیثیت سے مگر خدا جانے یا تو مولوی محمد یوسف کا دماغ ہی اتنا ہے کہ شبلی کی عبارت ان کی سمجھ میں نہیں آتی۔ یا اپنے فرقہ کے اصول کے مطابق دیدہ و نہشتہ وہ لوگوں کی انکھوں میں خاک جھونکنے کے لئے یہ غلط بیانی اور تحریف کا ارتکاب کیا کرتے ہیں استغفر اللہ ! غیر مقدم لوگ احناف کو چڑانے کے لئے غنیۃ الطالبین کی ایک عبارت پیش کیا کرتے ہیں جس کا مختص یہ ہے کہ مرجئہ جو ایک گمراہ مذہب ہے اس کی ایک شاخ حنیفہ کہلاتی ہے حضرت شاہ ولی اللہ وغیرہ اکابر علماء نے اس کا کافی و شافی جواب دیا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ معتزلیں غنیۃ کی عبارت کو نہیں سمجھتے اس کا مطلب یہ ہے کہ مرجئہ فرقہ کے بعض لوگ اپنے مرجئہ عقائد کے باوجود امام اعظم کے حلقہ درس میں فقہ کے مسائل سننے اور سمجھنے کے لئے آئیے تھے وہ فردعی فقہی مسائل کے لحاظ سے اپنے آپ کو حنفی کہتے تھے۔ مگر بجا طعناں وہ مرجئہ تھے۔ یہاں وہی فرقہ مراد ہے عامہ حنفیہ راہ نہیں میں۔ اس قسم کی ایک خبر مولانا عبدالحی کھنوی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے جس کو ہم ذیل میں حقیقۃ الفقہ ہی کے تحت لکھ رہے ہیں اور ساتھ ہی مولانا حقیقۃ الفقہ ہی کا کیا ہوا ترجمہ بھی بطور حقیقت لکھ رہے ہیں جس میں ترجمہ میں اس کی خیانت بھی غلامیہ کلمات کا جہاں رکھیں وہی ہند

ان الحنفیہ عبادۃ عن فرقة تقلد الامام ابو حنیفہ
 اما الامام الفریقہ سوا و افقتہ فی اصول العقائد
 خاتمۃ فان واقفتہ لبقال لہا الحنفیۃ الکاملۃ و
 اما امر تو افقتہ لبقال لہا الحنفیۃ مع قید بوضع مسئلہ
 فی العقائد الکلاسیہ۔

اگر ان مختلف المسک فرقوں کا ذکر کر کے فرمایا
 فالمراد بالحنفیۃ ہذا حصہ الحنفیۃ المرجئیۃ الذین
 یجوزون الحنفیۃ فی الفروع و یخلفون فی العقائد
 یوافقون فیھا المرجئیۃ الخاصۃ۔

حنفیہ سوادہ فرقہ ہے کہ جو مسائل فروعات میں ابو حنیفہ
 تقلید کرتے ہیں اور علما شریعہ میں تو طریقہ جدید ہے خواہ مسئلہ عقائد میں
 موافق ہو یا مخالف پھر اگر موافق ہو تو اسکو کامل حنفی کہا
 جاتا ہے اور اگر موافق نہ ہو تو حنفی کہا جاتا ہے ایک ایسی
 قید کے ساتھ جو عقائد کلامیہ میں شمسک کو ظاہر کر دے
 (اگر مترجم حنفی کے لفظ کو چھوڑ کر ترجمہ کو اپنے مطلب پر ڈھکتا ہے)
 پس مراد حنفیہ سے وہ فقہ ہے جس میں کہ جو ابو حنیفہ کے
 تابع ہیں فروعات میں۔ اور مخالف ہیں ان کے عقیدہ مکمل
 اس عقیدہ میں مرجئہ خاصہ کے موافق ہیں۔

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ حنفیہ کاملہ خالصہ کے سوا و اعظم سے بعض شرذمہ قبیلہ ضالہ کو خارج
 کرتا مقصود ہے جس کے لئے ان کے عقائد کے اس نقص و عیب کا اظہار کیا گیا ہے جو ان کے کامل حنفی ہونے
 سے مانع ہے۔ مگر وہ صورت فروعی مسائل میں اپنے آپ کو جماعت حنفیہ میں شامل کر کے اس سواد اعظم کو
 بدنام کرتے تھے جیسے کہ مدت تک شیخ النکل اپنے آپ کو حنفی ظاہر کرتے تھے حالانکہ وہ حنفیت کے
 دشمن تھے آخر مولانا محمد شاہ وغیرہ بزرگان احناف کے زور قلم سے اہل حق اور اہل باطل میں امتیاز ہو
 کر ہوا و افتار و البیوم ایٹھا الفجر ہوئی۔ اسی طرح یہاں کامل حنفیہ کے سوا و اعظم سے شیعہ حنفیہ مرجئہ
 حنفیہ معتزلہ حنفیہ کی ٹولیاں الگ دکھادی گئی ہیں۔ اور بتایا ہے کہ حنفیہ میں جو حنفیہ کی گمراہ ٹولی کا ذکر ہے
 اس سے صرف مرجئہ حنفیہ کی ٹولی مراد ہے حاشا و کلا حنفیہ کاملہ مراد نہیں ہیں اور ایک اور بصیرت والا
 آدمی بھی یہ خیال نہیں کرے گا کہ فقہ کی وہ سلمہ و مقولہ کتابیں جو حضرات احناف کی مایہ نازہ ان کے
 خزانہ علوم اور انکی ذخائر معارف ہیں۔ ان مشتبہ اور بدنام ٹولیوں کے لوگوں کی نگہی ہوئی ہیں بلکہ
 ہر شخص خیال کر سکتا ہے کہ وہ کتابیں حنفیہ کاملہ کے چیدہ و برگزیدہ انفرادی نگہی ہوئی ہیں جیسی تو
 مقبول و ممتاز اول ہیں بلکہ یہ مرجئہ حنفیہ اور شیعہ حنفیہ اور وہابیہ حنفیہ تو ہے الگ۔ اگر کسی کامل حنفی
 پر بھی یہ شبہ ہوا ہے کہ اپنی کتاب میں وہ غیر مستند روایات و رج کرتا ہے۔ تو اہل فتاویٰ نے اس کی کتاب
 کے متعلق بھی فوراً یہ ریمارک کر دیا کہ اس کتاب سے فتویٰ نہ دیا جائے چو جائیکہ کسی رافضی حنفی یا مرجئی
 حنفی کی کتاب افضل کتب فقہ ہو یا کسی کتاب فقہ میں کسی ایسے نیم رنگ حنفی کا قول لیا جائے حاشا و کلا۔

مسلمانوں کی ازدواجی زندگی

(بہشت شاعت گذشتہ)

اس کا علاج اسلام نے کیا بتلایا ہے | یہی کہ لڑکے اور لڑکیوں کو انتخاب زوجین کا حق تو یہاں بس

جو طریقہ آج مذہب دنیا میں رائج ہے۔ وہ یورپ کا کورٹ شپ اور ہندوؤں کے عہد قدیم کا سوئم ہے۔ اسلام ان دونوں طریقوں کے خلاف ہے۔ کیونکہ یہ دونوں صورتیں شرم و حیا اور غیرت و عفت کی حد سے متجاوز صورتیں ہیں۔ اسلام ہر امر میں اعتدال و توازن قائم کرتا ہے چنانچہ اس بارے میں بھی ایک معتدل صورت بتلا دی۔ وہ یہ کہ آئینہ بننے والے میاں بیوی اپنے اپنے والدین کی موجودگی میں ایک دوسرے کو دیکھ لیں اور تبادلہ خیالات کر لیں پس انتخاب زوجین کا کام ختم ہو گیا اب بقیہ تمام امور والدین دونوں سے سرانجام دیں۔

قرآن پاک میں اللہ پاک فرماتے ہیں :-

فَاَنْكِحُوا الْمَلَائِكَةَ مِنَ النِّسَاءِ : ان عورتوں کو اپنی زوجیت میں لاؤ جو تمہیں پسند ہوں۔ اور پہلی معلوم ہوں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے -

اذا انقضی الامر خطبتہ فلا باس ان تنظر الیہا۔ جب کہ فی مرد کسی عورت سے شادی کرنا چاہے۔ تو پہلے اسے دیکھ لیں کوئی مضائقہ نہیں۔

ابھی داؤد کی ایک روایت ہے کہ جب حضرت مغیرہ بن شعبہ کی نسبت قرار پائی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم ہوا۔ تو اپنے حضرت مغیرہ سے فرمایا مرا نظر الیہا فانہ احسنی ان تو دیکھ لیں یعنی دیکھ کر خود دیکھ کر اسے تمہاری میں ہمیشہ محبت رہے گی۔

تاریخ شاہد ہے کہ حضرت امام المؤمنین بی بی خدیجۃ الکبریٰ نے خود حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا فرمایا تھا۔ اور حضرت یوسف علیہ السلام کی بیوی زلیخا نے بھی خود ہی آپ کو انتخاب کیا تھا۔

ان دلائل و شواہد کے بعد کسی مسلمان کو یقیناً باقی نہیں رہتا کہ وہ دستور و رواج اور شرم و غیرت کی آہ میں اپنے بچوں بچوں کی زندگی تباہ کرے۔ ان کے پسند و انتخاب کو ٹھکرا دے اور حیات معاشری کو فنا کے گھاٹ اتار دے۔

بے شک شرم و حیا اور غیرت مندی مسلمان مرد و عورت کا وصف خصوصی، زیور و زینت اور نصف ایمان ہے مگر اپنی جگہ۔ شرم و حیا کی جگہ غیرت مندی کا ثبوت نہ دینا پرے درجے کی بے غیرتی و بیوثی اور حیوانیت ہے۔ شرم و حیا تو ان کاموں میں کرنی چاہئے۔ جن سے خدا اور اس کے رسول نے منع کیا ہے۔ باقی جن کاموں کا حکم خدا اور اس کے رسول نے دیا ہے ان کے کرنے میں شرم و حیا کیسی۔ اہی ہی شرم و غیرت نے مسلمانوں کی معاشرت کا بیڑہ غرق کیا ہے اور ان سے امن و راحت کو چھینا ہے۔ یاد رکھو شرم و غیرت شرافت انسانی کی بنیاد و اساس ہے جس مسلمان مرد و عورت میں غیرت و صحبت کا جذبہ نہ ہو وہ انسانیت کا فضلہ ہے۔ جو اصل تہذیب و شائستگی کی ابتداء شرم و غیرت سے ہوتی ہے۔ لیکن ہر چیز کی افراط و تفریط اور انتہائی صورت بُری ہوتی ہے۔ اس شرم و حیا کو اگر ہر جگہ استعمال کیا جائے اور مذہب کے قانون کی پابندی بھی غیرت و صحبت کے جذبات میں چھل جائے تو بھی اچھی چیز نہایت خطرناک اور اٹھناک بن جاتی ہے۔ پس جو شرم و حیا احکام ربانی کی تکمیل کے راستہ میں رکاوٹ والے اس کو شجاعت و استقامت کے سمندر میں غرق کر دو۔ اور دستور و رواج سے تو بیکرو۔

یہی شرم و حیا کرنے والوں کیلئے حضرت عمر فاروقؓ کا ایک قصہ نامیخ اسلام کو حضرت

زیادہ آج کو مسلمان غیرت مند اور غیور ہو سکتا ہے اور ان کی بیٹی حضرت ام المومنین بی بی حفصہؓ سے زیادہ کون غیرت مند اور حیا دار عورت ہو سکتی ہے۔ آؤ اور ان دونوں کی بارگاہ تقدس و احترام سے بناؤنی شرم و حیا کو دم دبا کر بھاگتے ہوئے دیکھو اور عبرت و نصیحت حاصل کرو۔ شب کا وقت ہے ایک مسلم خاتون کا بیقرار دل اپنے شوہر کی یاد سے بیویوں اچھل رہا ہے اور اپنے بیقرار دل کو عشق آمیز فراقیہ اشعار سے تسکین دے رہی ہیں گویا زبان حال کہہ رہی ہے کہ رات جاتی ہے تم نہیں آئے نیند اس بیکلی میں کیا آئے

آج آؤ تو مہر بانی ہو سارا شکوہ گلہ زبانی ہو

فراقیہ اشعار سن کر حضرت عمر فاروقؓ اس خاتون کو ڈانٹتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ اسے خاتون تجھ کیا ہو کہ تو آوارگی کی رو میں بہہ جانے کے قریب آگئی ہے اور تیرے قدم ثبات میں لٹخ رہا ہونے کو ہے؟ تقدس و عفت و تاب خاتون یہ سن کر بناؤنی شرم و حیا سے کام نہیں لیتی۔ اور اپنے بھر کئے ہوئے جذبات پر قہقہہ کا پانی نہیں ڈالتی اور علانیہ نیکی

اے عمر!۔ آخر تم بھی انسان ہیں۔ ہمارے شوہروں کو تو نے محاذ جنگ پر بھیج دیا ہے پھر تم کب تک اور کب تک شرم اور صبر کریں۔ اگر ایک مجھ جیسی ثابت قدم رہی تو اور ہزاروں بڑھاپے والیاں ہیں۔ گویا وہ خاتون یہ اظہار کر دینا چاہتی تھی۔

حسن کو اگر ہے ضد کہ یہ پردہ راز کیوں نہ ہو جلوہ نمائے عشق پھر شمع مجاز کیوں نہ ہو
سودر وں دیا تو۔ دل میں گداز کیوں نہ ہو رنگیں نوائے درد وں، شعلہ طراز کیوں نہ ہو
خانہ بے مسکین ہے۔ خانہ بے چراغ کیوں صید نفس کا آشیاں، برق نواز کیوں نہ ہو
غرض مسلم خاتون بیباکانہ عرض کرتی ہے۔ کہ اے عمر! اگر کسی مسلم خاتون کو لغزش ہوئی تو اس کا عذاب تیری ہی جان پر پڑے گا۔

حضرت عمر فاروقؓ یہ بے پردہ اور بیباک حقیقت و صداقت سنکر آبدیدہ گہرائے اور اپنی بیٹی حضرت حفصہؓ سے پوچھتے ہیں کہ تم عورتیں کب تک ضبط و صبر سے کام لے سکتی ہو؟ بیٹی باپ کو اس سوال کا کیسے جواب دے سکتی ہے۔ وہ جواب دینے میں مقابل ہوئیں تو آپ ڈانٹ بتلاتے ہیں کہ میری بات کا جواب کیوں نہیں دیتی ہو۔ آخر آپ نے انگلیوں کے اشارہ سے بتلایا کہ چار ماہ تک اخلاق و کمال کی پاکیزگی کا سبق دینے والے فاروقؓ عظمؓ دوبارہ امارت میں آتے ہیں۔ اور احکام نافذ فرمادیتے ہیں کہ چار ماہ سے زیادہ کوئی لشکر ہی گھر سے باہر نہ رہے اور اس مدت کے بعد وہ ضرور اپنے گھر ایک ہفتہ کی رخصت دیکر بھیج دیا جائے۔

شرم و غیرت کی وجہ سے اپنے بچوں اور بچیوں کی زندگی تباہ کر دینے والو! بتلاؤ کیا تم ان پاکیزہ لغزش سے بھی زیادہ باغیرت ہو؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو تم کیوں دین کے کاموں میں شرم محسوس کرتے ہو۔ ایسی تباہ کن شرم کو بہار میں جھونک دو۔

میں نے جو اوپر بتلایا ہے کہ انتخاب زوجین کا حق لڑکے کے لئے کیوں کر دے دینا چاہئے۔ کیونکہ اسلام کی زین ہدایت یہی ہے اس بارے میں اس حقیقت کا اظہار کر دینا ضروری ہے۔ کہ نوخیز نوجوان لڑکے لڑکیوں کے باغ آرزو پر جب جذبات کی آندھی ہضیالات کا طوفان حسرت کا بادل بیچارگی کا گرج اور پابندی کی بجلی چمکتی ہے۔ تو اُس رحمت و راحت کی بارش نہیں ہو سکتی۔ یعنی وہ تنہا ہی جذبات کی وجہ سے اکثر اوقات صحیح اور چنچا تلاً انتخاب نہیں کر سکتے اسی ہی اور نقص کو سلام اختیار والدین سے پر کرنا چاہتا ہے۔ اور یہاں اسلام کی نصرت شناسی کی داد دینی پڑتی ہے بہر حال نکاح سے پہلے لڑکے اور لڑکیوں کا ایک دوسرے کو دیکھ لینا اور بنیاد و خیالات کر لینا اپنی جگہ قائم و ثابت ہے۔

کیونکہ وہ حضرت آدم علیہ السلام کا بھروسہ تھا۔ یہ پرانا پانی شاید اس کا جواب ہے کہ کلام کو بھلاؤ۔
ابلیس خدا کا منکر تھا۔ گویا لا الہ الا اللہ کا وہ بھی اقرار کرتا تھا۔ مگر سجدہ آدم کا انکار
اس نے کس مغزورانہ غلط فہمی سے کہا۔

جواب: جس مغزورانہ دردمندی سے آپ اس غلط فہمی کا ارتکاب کر رہے ہیں شاید اس سے
آپ کی تسلی نہ ہو۔ تو ابلیس کوئی مرتد نہیں گیا۔ رُسی خبیث کا کان پکڑ کر پوچھ لیجئے۔

رسول فرشتوں کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ نے منصب خلافت کے واسطے آدم کو تمیز پسند فرمایا؟
جواب:۔ خود اللہ میں ہی اپنے کلام مقدس سورہ بقرہ کے چوتھے رکوع میں اس کا جواب ملے گا

ہیں یعنی اس کی حکمت بتا چکے ہیں۔ اردو کی کوئی تفسیر دیکھ لیجئے۔ اور اگر آپ ہم بندوں ہی سے پوچھتے
چاہتے ہیں۔ تو سنئے۔ سوال تھارین کی خلافت کا اور فرشتے تھے آسمان والے۔ ان کا کیا حق تھا کہ تم

دور سے آکر ہم زمین دلوں پر حکومت کرتے۔ اور پھر وہ اتنے عقلمند ہی کہاں تھے۔ کہ پہلے نہ فرما کر۔
ریلیں چلا کر ڈاک خانے اور شفا خانے کھلو کر نہریں جاری کر دو کر۔ اسلامی اقتدار کا گلا گھونٹ کر

مقامات مقدسہ پر گولے پھینکو کر اور کراچی میں چالیس مسلمانوں کو خاکِ نعلین میں نہا کر دُنیائے لُٹی
اعظم شیطان کے بڑے بھائی مسیحا کذاب کی تائید و حمایت حاصل کر سکتے۔ اس لئے

اللہ میاں نے حضرت آدم کو منصب خلافت دے کر انسانوں کو بھلا دیا کہ انہی کی حکومت
خود فرستوں کی بھی ہو منشا ہے ربانی کے خلاف ہے۔ سمجھے میاں دردمند!

رہا بعد آدم تمام انبیاء و مرسلین جن کی موقوف عام تعداد ۱۲۴۰۰۰ ہے سب کے
سب اسی شرف میں باوجود امتیازی ہونے کے کیوں باہر پارا نہ پیچھا چھوٹا ہے۔

جواب: یہ جھٹلانے والوں سے پوچھ لیجئے۔ آپ تم نصیبی کرنے والوں سے پوچھ رہے ہو۔ کیا خوب۔
کسے دارمندی والا۔ اور کیا اجائے مویخوں والا۔ ارے میاں جھٹلائے میں سنئے۔ کہ حق تعالیٰ نے دلوں

کے دماغوں میں بجائے مستقل کے کچھ مس کو برسا ہوا تھا۔ اس کے سوا اگر کوئی اور وجہ ہو۔ تو آپ بتلا
دیجئے۔

رہا عربی دنیا کی بہترین اور ہر جنسیت سے جامع و کُل زبان ہے۔ لیکن منافقان بہم
عربی دانی ادیب و خطیب اور عربی زبان سے ہمہ دان ہونے کے باوجود کن وجود سے منکر قرآن و

رسالت ہے۔ وہ باطنِ سحر و انکار ظاہر کرتے ہوئے کیوں ایک لمحے چمکے روحانی
جسموں کا خدا اسلام میں ایک ہے۔

جواب۔ مثلاً اللہ کیا زبان وانی اور عبارت آرائی ہے۔ اور کسی معنی عبارت ہے۔ المعنی فی بطن اللسان۔ ملا دقتانوس تو اس عبارت کی اور اسلام قہمی سمجھ کر حل نہیں کر سکتا۔ مثلاً یہ درمندر صاحب کو بھی پتہ نہ ہو کہ یہ کیا سوال کر رہا ہوں۔ لہذا آداب لغو حق ہے۔

نہیں پسے ہے کی بھی ایک ہی کہی۔ اسے وہ اسے بیان لال مجھ کر۔
 کیا شرک صرف بت پرستی کا نام ہے۔ کیا وجہ کہ آریہ اور بنو ساجی برادران وطن جنہیں اللہ اللہ تک آدھا کلمہ پڑھنے میں نال نہیں۔ اور وہ بت پرستی بھی نہیں کرتے۔ مگر غضب کا جھیلنا بھی موجود ہے۔ ان میں شریعت اور انبیاء کا انکار کیوں جائز ہے۔

جواب۔ اس لئے کہ وہ پورا کلمہ نہیں پڑھتے۔ ان کے یہاں شرک صرف بت پرستی کا نام ہے۔ باطل پرستی بھی چھوڑنے میں نہیں تھی۔ غضب کے جھیلنے نے ان کی جان غضب کے جھیلنے میں چھینا رکھی ہے۔ اس کو کہتے ہیں کہی پر تکی ملنا۔ بلکہ کہی پر حماقت کا پتہ دے مارنا۔ کہیں صاحب! کیسی رہی؟ اس غضب کے جھیلنے کو بھی خدا ہی سمجھے۔ جس طرح اس نے سول کی جان جھیلنے میں چھینائی ہے۔

اسے اوتار بزرگوں میں فلسفہ ارجح کے ماتحت خدا کا ماننا بندوں کا خدا ہو جانا۔ کیوں مباح و جائز رہا۔ اور انبیاء علیہم السلام بندوں کو بندہ رہنے کا مادہ عبودیت سکھاتے ہوئے بندہ ہونے کا اعتراف علی الاعلان کیوں کرتے رہے۔ قرآن گواہ ہے۔

جواب۔ اوتار بزرگوں کی ترکیب کیسی شریدار ہے۔ بندہ خدا یا بچاری اردو کی کمران سوا کے لٹھ سے کیوں توڑ دی۔ آریہ مہاشے پیسے ہی اس کی جان لینے کو پھرتے ہیں۔ اچھا خواب بندوں کا خدا ہو جانا کیوں مباح و جائز رہا؟ یہ کم نجت نائیں بھی زبردستی خدا بن جاتے ہیں۔ وہ دیکھو نافرمان بھی تو جوں توں کر کے خدا بن ہی گیا تھا۔ اور تو اور ہمارے مرزا جی ہی کو دیکھو کیسی زبردستی سے عبدیت کا چولا اتار خدا بن بیٹھے۔ اور ایسے تیز کہ فرعون نے تو ایک کہی بھی نہ بنائی۔ پس مرزا کی خدا نے نئی مخلوق بنا ڈالی۔ خدا معلوم وہ نئی مخلوق اس کو روہ کے کون سے کونے میں جا گھسی۔ کیس کی طرح کوئی اس کا بندہ اس کا بھی کہی نہ کہی پتہ لگا ہی لیگا۔ اب رہی یہ بات کہ انبیاء علیہم السلام بندہ ہونے کا اعتراف کیوں کرتے رہے معلوم نہیں یہ کیوں اسلام کے سچے بچے جھاڑ کر کیوں پڑ گئے ہیں۔ یہ بلا بتلاؤ۔ ملا دقتانوس اس کا کیا جواب دے۔ (دخوذ بالمد) شیطان بھی

اس کا یہ جواب دے سکتا ہے۔ کہ یہ ان کی غلطی تھی۔ کہ بندہ ہونیکا اعتراف کرتے ہے۔ کیسے پُر احتیاطی سوالات ہیں۔

(۸) دین انبیاء دین فطرت میں خدا رسی کا ذریعہ رُوحوں کے بجائے شریعت کیوں ہے؟
 (جواب) اگر کوئی صاحب اس سوال کی عبارت کو سمجھ لیں تو ہم ان کو اپنی جیب خاص سے بیلغ ڈھائی بیس بطور الف م دینے کے لئے ہرقت تیار ہیں۔ ہم درمند صاحب ہی سے پوچھتے ہیں کہ خدا رسی کا ذریعہ رُوحوں کیوں ہوئی چاہیں۔ وہ غریب بیچارے جموں کو اللہ تک پہنچانا کیا جانیں۔ اگر آپ کو شریعت کی خدا رسی پسند نہیں تو رُوحوں کی ایک آل درلد کا لفرس کر کے کسی ایک رُوح کو خدا رسی کا ٹھیکہ دے دیجئے اور شریعت کو بس منصب سے سزول کر دیجئے۔

(۹) اسلامی طریق عبادت صلوة کے نام سے بہ اتحاد رُوح و جسم کیوں قائم ہوا؟ ایران نے لفظ صلوة کو نماز کہنا کیوں مستقل بنایا؟

(جواب) اس کیوں سے خدای تعالیٰ مجھے۔ مگر لا دقیاؤں ہی اس کیوں سے گھرانے والا نہیں۔ (ان ساری کینئر) پر کیا ہی بھاری ہے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے درمند صاحب کو یہ "اتحاد رُوح و جسم" ناگوار ہے۔ سیدھا کلمات ہے۔ آپ رُوحوں سے جموں کو طلاق دو کر توفیق کروا دیجئے۔ پھر اسلامی طریق عبادت صرف روحانی رہ جائیگا۔ اور یہ وضو وغیرہ کا کٹراگ جاتا رہیگا۔ ایران نے لفظ صلوة کو نماز کہنا کیوں مستقل بنایا؟ اس کا جواب رضا شاہ پہلوی سے مانگئے۔ اور اس کو عارضی ہوا دیجئے۔
 رواں اگر رُوحوں جموں کا خدا دینِ فیم اسلام میں ایک ہے۔ تو رُوحوں کو ذریعہ خدا رسی بنا کر مسلمانوں کے رہنا بننے والے مقدس کس اسلام نے پیدا کئے۔

(جواب) ایں گل دیگر گفت۔ آٹھویں سوال میں درمند صاحب نے شریعت کو خدا رسی کا ذریعہ بنا یا تھا۔ اول اس میں رُوحوں کو خدا رسی کا ذریعہ بنا دیا۔ معلوم نہیں۔ یہ کونسی دُنیا میں بستے ہیں۔ یہ تو جسموں کے خلاف ایک ربوبت بناوت ہے جس کا نتیجہ اچھا نہیں۔ سنئے مسلمانوں کے مقدس رہنما اسی اسلام نے پیدا کئے جس کے بھیجنے والے نے رُوحوں اور جموں کا ملاپ کرایا۔ اگر آپ کا اسلام ایسے مقدسوں کو پیدا نہیں کرتا۔ تو ایسا بانجھ اسلام آپ ہی کو مبارک ہے۔

(۱۱) شریعت خدا کی کامل چیز خدا کی غیر مبدل صداقت پر مبنی ہے جو کسی فلسفہ کی محتاج نہیں۔ چہار ارکان شریعت کا ناگزیر تعلق شریعت کے ساتھ کیوں قائم ہو جن میں پانچویں چیز تو حیدر مطلق بنائے اسلام ہے۔ یہ چار اور پانچ کی عددی اور حسابی خصوصیت کیا سمجھ سکتی ہے؟

جو اب خدا نے خیر کی دوسروں صاحب حضور ختی اب کے زمانہ میں نہ ہوئے۔ اور سارا اسلام بدلوا دیتے تو کچھ بڑا ہوا۔ اسلام تو ان کی مدد کے مطابق نہیں۔ کچھ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آج بھائی کو کون کون اور کس کا بیٹھ ہو گیا ہے۔ جسے چاہے کرے میں اس کا خاں سے تھے۔ ساری کس لو خدائی و دھری راہی۔ یعنی درمند صاحب کی حاجت پائی کے ساتھ ہی قرآن پر پڑا ہے۔ جسے صاحب کا تھوڑا بیٹھ ہو گیا۔ کچھ ابھی ملو کھی بنا کر چلے چلے چلے گیا۔ اس سے ہمارا پُر احتیاطی سوالات کی مسئلہ نہ غلط فہمی کو گیارہوں صاحب کے حکومت سے باندھ کر اپنے بیٹھ رہا ہوئے ہیں۔ چہ۔

میرزا بیت کے رد میں لاجواب کتا ہیں !!!

ختم رسالت - مؤلف ماسٹر محمد مسلم صاحب بی۔ اے
 لاہوری۔ اس کتاب میں نہایت مہذبانہ و پرہیزگارہ میں میرزا بیوں
 کے تمام دلائل کی تردید کی گئی ہے اور عقلی و نقلی دلائل سے
 ثابت کیا گیا ہے کہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد
 کسی قسم کا کوئی نبی پیدا نہیں ہو سکتا۔ قیمت ۱۲
مباہلہ پاکٹ بک - مولانا عبدالکرم صاحب لوی
 فاضل ایڈیٹر مباہلہ کے نام نامی سے سرکھاڑ پٹھا آدھی وقف
 ہے۔ مولانا مدوح قادیانیوں کے زبردست مبلغ تھے۔ اپنے
 قادیانیت سے قطع تعلق کے بعد قادیان کے سربتہ زرنہ
 کا انکشاف اس جرات سے کیا کہ قادیان کے دروہو اور رز
 گئے میرزا بیوں کے قصر خلافت میں مل جل چکائی۔ اپنے
 حال ہی میں میرزا بیوں کی پاکٹ بک کے جواب میں مباہلہ
 پاکٹ بک تصنیف فرما کر مسلمانوں پر احسان عظیم فرمایا ہے
 سائرس جی۔ نہایت خوشنما جلوس سپر ہیروف میں کتاب
 نام لکھا ہوا ہے۔ اس کتاب میں میرزا بیوں کا رد و نفی
 پر ایہ میں بطور جدید کیا گیا ہے۔ مولانا مدوح قادیانی ٹرک
 سے خاص واقفیت رکھتے ہیں۔ اسلئے یہ کتاب مبلغین اسلام
 کیلئے بے حد مفید ثابت ہوگی۔ قیمت علم رعایتی ۱۲
تحفہ میرزا بیت - مولانا محمد نعیم صاحب لکھنؤ
 ایڈیشن جو قادیان نمبر کے نام سے موسوم ہوا تھا۔ اس میں نہایت
 عمدہ متناہین قادیانیوں کے رد میں درج ہوئے ہیں۔ قیمت ۴۴

ختم نبوت - مؤلف مولوی ابوالنور محمد بشیر صاحب ٹی
 ڈھران ضلع یا لکوٹ۔ اس کتاب میں قائل مؤلف میرزا بیوں
 کی پاکٹ بک میں سے اجرائے نبوت کے دلائل کا دندان
 شکن جواب دیا ہے۔ قیمت چار آنہ۔
 بارشہ ضمیمہ میرزا بیوں کی مایہ ناز کتاب تفہیمات پر
 نکتہ تبصرہ..... قیمت ۲
تحرک قادیان - مؤلف جناب سید حبیب صاحب
 مالک اخبار ریاست لاہور۔ قادیانیوں کے عقائد پر مکمل
 تبصرہ اور رد۔ قیمت ایک روپیہ
سودائے میرزا - مؤلف حاجی حکیم ڈاکٹر محمد علی صاحب
 اس رسالہ میں طبی دلائل اور میرزا صاحب کی تحریرات سے
 ثابت کیا گیا ہے کہ میرزا غلام احمد قادیانی نہ بنی تھے نہ
 مسیح نہ مجدد تھے اور نہ ہی ولی۔ بلکہ مرض بالخیلیا کے
 مریض تھے۔ ان کے کل الہامات اور دعاوی محض مرض
 بالخیلیا کے باعث تھے۔ یہ رسالہ اب دوبارہ مہر اضافہ کے
 طبع ہوا ہے جس میں فصل بولف نے میرزا بیوں کی بعض تحریروں
 کا دندان شکن جواب دیا ہے۔ قیمت ۵
تذکرہ مشائخ - مولانا محمد نجیب صاحب مشہور معروف علمی خاندان
 کے تاریخی مستند حالات حضرت مولانا محمد نصیر الدین صاحب
 رحمۃ اللہ علیہ کے سوانح حیات مطالعہ کرنے کے خواہشمند حضرات
 اس کو بک قیمت چار آنہ طلب فرما سکتے ہیں

ملکے کاپتہ

نیچر جرنل شمس الاسلام بھیرہ پنجاب

من الصکری الى الله

یہ زمانہ مادہ پرستی اور سرمایہ داری کا ہے۔ دین و دنیا کا کوئی کام بھی بغیر سرمایہ کے نہیں چل سکتا۔ ایسی حالت میں ظاہر ہے کہ ہم جن مقاصد عظمیٰ کو لیکر اٹھتے ہیں اور جو پیغام حیات مسلمانوں تک پہنچانا چاہتے ہیں اس کے لئے کتنے سرمایہ کی ضرورت ہے جس کے بل بوتے پر خدا کا پیغام خدا کے بندوں تک پیغامِ موصول پہنچا ہے۔ مگر آہ! ہم غریبوں کے پاس اتنا سرمایہ کہاں۔ اس پر مشرک ادویہ کہ شمس الاسلام کے سر پر نہ کسی سرمایہ دار کا ہاتھ ہے۔ نہ حکومت کی خوشامد و چالووسی کی رو سپہی و سنہری مصلحتیں جو اس کے اخراجات کی کفیل ہوں۔ نہ اس میں حسن و عشق کی عریاں تصویریں اور داستانیں ہی ہونگی جو خود رنگین مزاجوں کو اپنی طرف کھینچ لیں۔ اور نہ اس کا کوئی تجارتی پہلو ہی ہوگا کہ وہ کتابوں کی تجارت سے اپنے اخراجات پورے کرے۔ لے دے کے اسے ایسے فداکارانِ اسلام کی کامیابا ہے جو اپنے سینوں میں تبلیغ اسلام کی تڑپ اور خدمتِ دین کا درد و احساس رکھتے ہوں۔

ہم ان مسلمانوں سے پوچھنا چاہتے ہیں۔ جو تبلیغ دین اور احساسِ فرض کا سچا جذبہ اپنے سینوں میں رکھتے ہیں جو دنیا میں اس لئے آئے ہیں۔ کہ کفر و شرک کی طاغوتی طاقتوں اور شیطانی قوتوں کو پکڑیں پاش کر کے خدا کی حکومت قائم کر دیں۔ اور جو اسلام کی حمایت و حفاظت میں اپنا جان و مال سب کچھ قربان کرنے کے توفیق رکھیں کہ جہاں ہم رسالہ کو بہتر سے بہتر بنانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ وہاں آپ اپنے فرض سے غافل نہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ کتنے مسلمان اللہ کے نام پر شخصی الاسلام کی امداد و توجہ کی طرف دستِ نرم بڑھاتے ہیں۔

ڈیڑھ روپیہ سال میں تبلیغ اسلام کے لئے خرچ کر دنیا کوئی بڑی بات نہیں۔ بشرطیکہ آپ اپنے فرض کا احساس کریں۔ اگر یہ نہ ہو تو کچھ بھی نہیں۔ نہ معلوم آپ کے کتنے ڈیڑھ روپے یا دو ستوں کی خوشنودی میں خرچ ہو جاتے ہوں گے۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ آپ ڈیڑھ روپے سے خدا کی خوشنودی اور خیریت خرید لیں۔ اگر شمسِ اسلام کا ہر خرف ریدار تہہ کے لئے کہ وہ کم از کم وہ خیریدار ضرور دیگا۔ تو بس بیڑا پار ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے۔ کہ ہماری یہ حقیر ذہنیز آواز سا بیگیاں جاتی ہے یا اثر کو بھی ساتھ لاتی ہے۔ کہیں بصدرِ حسرت و یاس یہ نہ کہنا پڑے۔

۵

میری نمازِ جنازہ پڑھائی غیروں نے
مرے تھے جن کے لئے وہ ہے وضو کرتے

خدا کرے کہ اس طرف وہ پاک رو میں متوجہ ہوں جو مذہبی فضائل میں جلوہ فگن ہیں۔ ایسے قلندروں کی چھاؤں میں ہم اپنے ارادوں میں کامیاب ہوں۔

شعبہ شمس الاسلام - بھیرہ و پنجاب

باہتمام مہر احمد بکوی، ڈیڑھ روپیہ شمسِ اسلام کو پیش کرنا ہے چھپ کر دفتر شمسِ اسلام بھیرہ سے شائع ہوا۔